فضائل و کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور

مقامات اولیاء کرام پر مشتمل مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے

ایمان افروز انتخاب

# گلدستۂ مثنوی

ترتیب و ترجمہ

فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی

ناشر

اِدارہ معارف نعمانیہ

۳۲۳۔ شادباغ لاہور۔ پاکستان

سلسلۂ اشاعت نمبر ۴۸

نام کتاب ——— گلدستۂ مثنوی

تصنیف ——— مفتی جلال الدین احمد امجدی

سن اشاعت ——— دسمبر ۱۹۹۲ء

شرف اشاعت ——— ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

ھدیہ ——— دعائے خیر بحق معاونین ادارہ

تعداد باراوّل ——— ۲۱۰۰

## عطیات بھیجنے کے لیے

ادارہ معارف نعمانیہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۱۵۰-۴-۱۴۱ حبیب بینک شادباغ برانچ لاہور

نوٹ

بیرون جات کے حضرات ۶ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کرکے طلب کریں

## ملنے کا پتہ

ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳ شادباغ لاہور کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تہدیہ

واقفِ اسرارِ شریعت، دانائے رموزِ طریقت سیدی حضرت مولانا جلال الدین محمد رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ——— جن کے باطنی فیوض و برکات نے مثنوی شریف کے انتخاب و ترجمہ میں میری دستگیری فرمائی۔

جلال الدین احمد امجدی

# نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

کیا شان شہنشاہِ کونین نے پائی ہے
ختم آپ کی ہستی پر ہر ایک بڑائی ہے

ہر ایک فضیلت کے ہیں مظہرِ کامل وہ
کیا ذاتِ شہِ والا خالق نے بنائی ہے

کون اُن کے برابر ہو کون اُن کے مماثل ہو
ایسی تو کوئی ہستی آئے گی نہ آئی ہے

جنّت کا تصوّر اب کیا آئے مرے دل میں
تصویر مدینے کی آنکھوں میں سجائی ہے

آزادِ دو عالم ہے وہ کاظمیؔ مسکیں !
آقائے دو عالم سے لَو جس نے لگائی ہے

O



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# نگاہِ اوّلیں

مجھے بچپن ہی سے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کی مثنوی شریف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، اس لیے ہم نے سب سے پہلے ۱۳۷۸ھ میں اس کا انتخاب مع ترجمہ و مختصر تشریح بنام "گلدستۂ مثنوی" لکھا۔ پھر دو سال بعد اسی نہج پر دوسرا انتخاب "گلزارِ مثنوی" لکھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ دونوں حصّے کئی بار چھپ کر بہت مقبول ہوئے اور عوام و خواص سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ پھر حضرت مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری زید مجدہم کی خواہش پر دونوں حصّوں کو نئی ترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا جو ہند و پاکستان میں شائع ہُوا اور بہت پسند کیا گیا۔ اب اسی نئی ترتیب کو ادارۂ معارفِ نعمانیہ لاہور شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ یہ ادارہ روز افزوں ترقی کرتا ہُوا قیامت تک باقی رہے۔ اور خدائے عزّ و جلّ اس کے بانی و اراکین و معاونین کو اپنی اور اپنے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی رضا و خوشنودی سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم الامین علیہ و علیٰ آلہٖ افضل الصلوٰت واکمل التسلیم۔

جلال الدین احمد امجدی
۲۷ ر ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ
۳۱ ر مئی ۱۹۹۲ء

# حالات مولانا روم علیہ الرحمہ

آپ کا نام جلال الدین محمد ہے، لیکن عام طور سے مولانا روم کے لقب سے مشہور ہیں۔
۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء بلخ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا ددھیال صدیقی اور ننھیال علوی ہے۔
آپ کے والد ماجد نہایت صوفی بزرگ تھے۔ بے شمار لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔

مولانا روم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ ۱۲۳۱ء میں جبکہ مولانا کی عمر کا پچیسواں سال تھا، آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ملکِ شام میں تحصیل علوم کے لیے تشریف لے گئے۔ سات برس کی عمر تک دمشق میں رہ کر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

اسی زمانہ میں آپ کی ملاقات حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی۔ مولانا ان سے مرید ہوئے اور ایک ہی سال میں اس مردِ مومن کی نگاہِ کیمیا نے مولانا کی زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا جس نے ایک عالم اور واعظ کو صوفی اور خانقاہی بنا دیا۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس قدر عشق تھا کہ آپ کی عارضی غیر حاضری میں بھی مولانا کی حالت غیر ہوجاتی، یہاں تک کہ دنیا کی ہر چیز کو ترک کر دیتے۔ جب حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس آتے تو مولانا کو چین آتا، لیکن وصال کی یہ لذت عارضی ہی تھی۔ تھوڑے ہی دن بعد حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا اور مولانا کی زندگی ناآشنائے صبر و سکون ہوگئی۔ ہر وقت بے خودی اور وارفتگی طاری رہتی اور اشعار پڑھتے رہتے۔

سکونِ قلب کے لیے حضرت شیخ صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رفاقت اختیار کی اور زندگی بھر ان کے مداح رہے۔ اڑسٹھ برس تین ماہ کی عمر میں ۵ جمادی الاخریٰ ۶۷۲ھ / ۱۲۷۵ء کو وصال ہوا۔ قونیہ (ترکی) میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق تصنیف "مثنوی معنوی" کے سات دفتر ہیں۔ یہ آپ کے مرید خاص حسن حسام الدین چلپی کی فرمائش پر دس سال کے عرصہ میں مکمل ہوئے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# حمد و دعا

(از دفتر دوم و پنجم)

اے خدائے پاک بے انبار و یار (۱) دست گیر و جرم ما را درگزار

اے خدائے پاک تیرا کوئی شریک اور ساتھی نہیں ہمیں سہارا دے اور ہمارے جرم کو معاف کر

اے مبدل کردہ خاکے را بزر (۲) خاکِ دیگر را بکردہ بوالبشر

اے خدا تعالیٰ تو نے ہی مٹی کو سونا بنا دیا اور تو نے ہی دوسری خاک کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا (۳) کارِ من سہو است و نسیان و خطا

تو بخشش کا مالک ہے اور چیزوں کی تبدیلی تیرا ہی کام ہے اور میرا کام سہو و نسیان اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مبدل کن بعلم (۴) من ہمہ خلمم مرا کن صبر و حلم

میری بھول اور نسیان کو تو علم سے بدل دے میں ہمہ تن غیظ و غضب ہوں مجھے صبر اور حلم عطا کر

یا دِدہ ما را سخن ہائے دقیق (۵) کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

اے مہربان ہمیں ایسی باریک باتیں لکھنے کی توفیق دے کہ تجھ کو اس سے رحم آجائے

ہم دُعا از تو اجابت ہم زِ تو (۶) ایمنے از تو مہابت ہم ز تو

تو ہی دعا کرنے کی توفیق دیتا ہے اور تو ہی قبول کرتا ہے امن بھی تیری طرف سے ہے اور خوف بھی

گر خطا گفتیم اِصلاحش تو کُن (۷) مُصلِحی تو اے تو سُلطانِ سُخن

اگر ہم غلط کہیں، تو اصلاح فرما اے سلطانِ سخن تو ہی اصلاح کرنے والا ہے

## وُجُودِ بَاریٔ تعالیٰ

(از دفتر دوم)

قاریٔ می خواند از روئے کتاب (۱) مَآءُکُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب

ایک پڑھنے والا آیت کریمہ اِنْ اَصْبَحَ مَآءُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ٥ (پ ۲۹ سورۃ ملک) یعنی اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے، تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہ کے سامنے بہتا ہوا پانی لا دے

فَلسَفِیٔ منطِقیٔ مُستہان (۲) می گزشت از سُوئے مکتب آں زماں

جس وقت وہ پڑھنے والا اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کر رہا تھا، اس وقت مکتب کی طرف سے ایک ذلیل فلسفی اور منطقی گزر رہا تھا

چوں شنید آیہ بآوازِ بُلند (۳) گفت آریم آب را ما با کلند

جب اس نے آیت کریمہ کو سنا، تو ہنسا اور ہنس کر بآواز کہا کہ ہم پانی کو پھاوڑے اور دوسرے آلات کی مدد سے اوپر لے آئیں گے جس طرح آجکل کے بعض سائنس دانوں اور ان کے معتقدین کو اپنے آلاتِ سائنس اور عقل پر اس قدر ناز ہے کہ وجود باری تعالیٰ ہی کے منکر ہیں، اسی طرح اسے بھی اپنی عقل پر بڑا ناز تھا۔



شب بخُفت و دید آں یک شیر مَرد (۴) زد طمانچہ بر دو چشمش کور کرد

فلسفی رات کو سویا، تو خواب میں اُسے ایک بہادر اور طاقت ور آدمی نظر آیا۔ اس آدمی نے آتے ہی اس فلسفی کو ایسا طمانچہ مارا کہ اس کی دونوں آنکھیں بہہ گئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔

گفت زیں دو چشمۂ چشمِ شقی (۵) با تبر نورے بیار ار صادقی

اور پھر اس آدمی نے کہا کہ اے بدبخت فلسفی، اگر تو سچا ہے اور تیرے آلاتِ سائنس میں کمال ہے، تو پہلے ان دونوں آنکھوں کا پانی واپس لا۔

روز برجست و دو چشمش کور دید (۶) نور فائض از دو چشمش ناپدید

جب دن میں وہ فلسفی بیدار ہوا، تو اپنی دونوں آنکھوں کو اندھی پایا اور وہ نور جو فیض پہنچانے والا تھا ختم ہو گیا ـــــــ گویا ساری سائنس دانی اور عقل و حکمت دھری کی دھری رہ گئی۔

مولانا روم علیہ الرحمہ اس واقعہ سے بتانا چاہتے ہیں کہ اے لوگو! جب تم اپنی پھوٹی ہوئی آنکھ کی روشنی بھی واپس نہیں لا سکتے ہو، تو خدائے تعالیٰ کے چاہے کے بغیر تم زمین سے پانی بھی نہیں نکال سکتے اور جب تم اتنے مجبور ہو تو پھر کس بل بوتے پر وجودِ باری تعالیٰ کے منکر ہو گئے ہو۔

## آئینۂ حق نما

(از دفتر اوّل)

دید اَحمَد را ابُوجہلُ و بگفت (۱) زشت رُوئے کز بنی ہاشم شگفت

ابوجہل نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا کہ بنی ہاشم میں تم سب سے زیادہ بدصورت پیدا ہوئے ہو

دید صِدّیقش بگفت اے آفتاب (۲) نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو دیکھ کر کہا کہ اے آفتابِ حسن! مشرق اور مغرب میں آپ جیسا خوبصورت کوئی پیدا نہیں ہوا، تو حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے جواب میں فرمایا کہ تم دونوں سچ کہہ رہے ہو۔

حاضریں گفتند اے صدر الوریٰ (۳) راست گو گفتی دو ضِد گو را چرا،

حاضرین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ بات ہم لوگوں کی سمجھ سے بالا تر ہے کہ صدیق اکبر نے حضور کو خوبصورت کہا تو حضور نے انہیں فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو اور اس لیے ایمان ابوجہل نے بدصورت کہا تو حضور نے اس سے بھی فرما دیا کہ تم سچ کہہ رہے ہو، اس میں راز کیا ہے؟

گفت من آئینہ اَم مصقولِ دوست (۴) تُرک و ہندو درمن آں بیند کہ اُوست

حضور نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا چمکتا ہوا آئینہ ہوں، ترکی اور ہندوستانی جس کے سامنے بھی یہ آئینہ ہوگا دیکھنے والا اس میں اپنی ہی بُرائی اور اچھائی دیکھے گا۔ تو صدیق اکبر کا دل نورِ ایمان سے منوّر ہے اس نے مجھے دیکھا تو میں اسے حسن و نور نظر آیا اور ابوجہل بدبخت سیاہ دل اور سیاہ رُو ہے۔ اس نے مجھے دیکھا تو میں اسے اچھا نظر نہ آیا حقیقت میں دونوں نے اپنی اپنی ترجمانی کی ہے، اس لیے میں نے دونوں کو سچا کہا۔

اسی طرح آج بھی جو لوگ سیاہ دل ہیں، وہ حضور کو اپنے ہی جیسا معمولی انسان اور بشر دیکھتے ہیں اور جن کے دل نورِ ایمان سے منوّر ہیں، وہ حضور پاک کو اللہ تعالیٰ کا نور سمجھتے ہیں۔

## برکتِ نامِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

(از دفتر اوّل)

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ (۱) آں سرِ پیغمبراں بحرِ صفا

حضور علیہ الصلاۃ والسلام جو سیّد الانبیاء اور پاکیزگی کے اتھاہ سمندر ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی کتاب انجیل میں موجود تھا



بود ذکرِ حلیہ ہا و شکلِ اُو (۲) بود ذکرِ غزوہ صَوم و اکلِ اُو

آپ کی شکل و شباہت، لڑائی، روزہ نیز کھانے کا ذکر بھی موجود تھا

طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب (۳) چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

بوسہ دادندے بداں نامِ شریف (۴) رُو نہادندے براں وصفِ لطیف

عیسائیوں میں ایک جماعت ایسی تھی کہ انجیل پڑھتے ہوئے جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پر پہنچتی تو آپ کے نامِ مبارک کو محبت و عقیدت سے بوسہ دیتی اور آپ کی تعریف و توصیف کو آنکھوں سے لگاتی

اندریں فتنہ کہ گفتم آں گروہ (۵) ایمن از فتنہ بدندُ و از شکوہ

ایک یہودی بادشاہ عیسائی مذہب کو اپنے ملک سے ختم کرنے کے لیے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرتا تھا، اس لیے بہتیرے عیسائی یہودی ہو گئے۔ بادشاہ کے وزیر نے کہا یہ لوگ آپ کے خوف سے اپنے کو یہودی ظاہر کرتے ہیں، ورنہ حقیقت میں یہ اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں، تو میں ایسا طریقہ اختیار کروں کہ عیسائی مذہب دنیا سے بالکل ختم ہو جائے۔ بادشاہ نے بخوشی اجازت دے دی۔ وزیر اس ملک سے کسی دوسرے ملک میں چلا گیا۔ کئی سال کے بعد پھر واپس آیا اور عیسائیوں کی آبادی میں جا کر اپنے آپ کو عارف باللہ ظاہر کیا۔ بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار رہتے۔ کچھ دنوں بعد مکّار وزیر نے کھانا پینا بند کر دیا۔ جب مرنے لگا، تو اپنے معتقدین میں سے ایک ایک امیر کو تنہائی میں بُلا کر اپنی جانشینی کی تحریر دی اور ہر تحریر کے آخر میں یہ لکھ دیا کہ اس امیر کے سوا اگر دوسرا کوئی میری جانشینی کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ جب وہ مر گیا، تو ہر امیر نے جانشینی کا دعویٰ کیا اور عیسائی عوام ہر امیر کے پاس مدد کے لیے جمع ہو گئے اور خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی، کئی ہزار عیسائی آپس کی جنگ میں قتل ہو گئے اور لاتعداد عورتیں بیوہ ہو گئیں اور ہزاروں بچے یتیم ہو گئے۔ اسی فتنہ کا مولانا رومی علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا شعر میں ذکر فرمایا ہے۔ شعر کا

ترجمہ یہ ہے۔ اس فتنہ سے وہ گروہ جو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پاک کی تعظیم و توقیر کرتا تھا محفوظ رہا اور انہیں خوف و غم نہ رہا۔

اَیمَن از شرِ امیرانُ و وَزیر (۶) دَر پناہِ نامِ احمد مُستجیر

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کی پناہ لینے والے امیر و وزیر کے شر سے محفوظ رہے

نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد (۷) نامِ احمد ناصر آمد یار شُد

اس گروہ کی آل و اولاد بھی زیادہ ہوئی کیونکہ ان کے لیے حضور کا نام پاک یار و مددگار رہا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں (۸) نامِ احمد داشتندے مُستہاں

اور عیسائیوں کا ایک دوسرا گروہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کو حقیر و ذلیل سمجھتا تھا

مُستہانُ و خوار گشتند از فتن (۹) از وزیرِ شوم رائے شوم فن

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بدبخت وزیر کی مکاری سے اٹھے ہوئے فتنہ میں ذلیل و خوار ہوگئے
مولانا رومی علیہ الرحمہ اس واقعہ کے نتیجے میں فرماتے ہیں ،

نامِ احمد چوں چنیں یاری کند (۱۰) تاکہ نورش چوں مددگاری کند

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی مدد کرتا ہے، تو پھر حضور کے نورِ مبارک کا کیا کہنا۔
جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کو کچھ نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔



# گستاخی کا وبال

(از دفتر اوّل)

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند (۱) نامِ احمد را دَہانش کژ بماند

ایک شخص نے استہزاء کے طور پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی و اسم گرامی کو منہ ٹیڑھا کر کے لیا، تو اس کا منہ ٹیڑھا ہی رہ گیا ـــــ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمسخر اور استہزا کرے اس پر عذاب ضرور مسلّط ہوگا۔

باز آمد کائے محمد عفو کن (۲) اے ترا الطافِ علم مِن لَدُن

جب اس گستاخ پر یہ عذاب نازل ہوا، تو اس نے توبہ کی اور کہا اے حضور! آپ مجھے معاف فرما دیں۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی کا الطاف یعنی علم غیب عطا فرمایا ہے۔

مَن ترا افسوس می کردم زِ جہل (۳) من بُدم افسوس را منسوب و اہل

میں نے اپنی جہالت اور نادانی کے سبب حضور کا استہزاء اور مذاق کیا، حالانکہ استہزاء کے لائق میں خود ہی تھا اور تمسخر سے نسبت مجھی کو تھی ـــــ آگے مولانا روم علیہ الرحمہ بطور نصیحت ارشاد فرماتے ہیں ،

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرد (۴) میلش اندر طعنۂ نیکاں بَرد

جب اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا چاہتا ہے، تو اس شخص کی طبیعت نیکوں کی برائی کی طرف مائل ہو جاتی ہے ـــــ نیکوں سے حضرات انبیائے کرام و اولیاء عظام ، علمائے اہل سنت اور صلحائے امت مراد ہیں ، لہٰذا انبیاء کرام و اولیاء عظام اور علماء و صلحاء کا استہزاء اور مذاق اڑانے والے یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ذلیل و رسوا کرے گا۔

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند (۵) میلِ ما را جانبِ زاری کند

اور جب اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے اور ہماری زندگی کو کامیاب بنانا چاہتا ہے، تو ہم کو عجز اور زاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

اے خنک چشمے کہ او گریانِ اوست (۶) وے ہمایوں دل کہ او بریانِ اوست

کیا ہی مبارک ہے وہ آنکھ جو خوفِ الٰہی سے روتی ہے اور کیا ہی مبارک ہے، وہ دل جو اس کی محبت کی آگ میں جلتا ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بود (۷) ہر کجا اشکِ رواں رحمت شود

جہاں پانی جاری ہوتا ہے، وہاں سبزہ اگتا ہے اور جہاں خوفِ الٰہی سے آنسو بہیں وہاں خدا کی رحمت برستی ہے

# تجلّیاتِ الٰہی کی بارش

(از دفترِ اوّل)

مصطفٰے روزے بگورستاں برفت (۱) با جنازہ یارے از یاراں برفت

ایک روز حضور علیہ الصّلاۃ والسلام قبرستان میں ایک صحابی کے جنازہ میں شریک ہوئے

چوں زِ گورستاں پیمبر باز گشت (۲) سوئے صدّیقہ شد و ہمراز گشت

جب قبرستان سے حضور واپس آئے، تو حضرتِ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے

چشمِ صدّیقہ چو بر رُویش فتاد (۳) پیش آمد دست بر رُوئے نہاد

بر عمامہ بر رُخ و بر مُوئے اُو (۴) بر گریبان و تن و بازوئے اُو



جب حضرت عائشہ صدّیقہ نے حضور کو دیکھا، تو سامنے آئیں اور حضور کے جسمِ پاک، عمامہ، بال، نیز گریبان اور بازو وغیرہ پر اپنا ہاتھ رکھنے لگیں، گویا کوئی چیز تلاش کر رہی ہیں تو

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب (۵) گفت باراں آمد امروز از سحاب

حضور نے دریافت فرمایا کہ اے صدّیقہ تم کیا تلاش کر رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ آج ابھی موسلا دھار بارش ہوئی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام باہر سے تشریف لا رہے ہیں۔

جامہایت می بجویم در طلب (۶) تر نمی بینم ز باراں اے عجب

بارش کا کوئی قطرہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے جسمِ پاک پر معلوم نہیں ہوتا، مجھے سخت تعجب ہے کہ ایسی تیز بارش میں حضور کا کوئی کپڑا تر نہیں ہوا۔

گفت چہ بر سر فگندی از ازار (۷) گفت کردم آں ردائے تو خمار

حضور نے فرمایا کہ تم نے میرا تہبند تو نہیں اوڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ ہاں میں نے ابھی حضور کی چادر مبارک اوڑھ لی تھی

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب (۸) چشمِ پاکت را خدا بارانِ غیب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے پاک دل وہ بارش پانی کی بارش نہ تھی، بلکہ تجلّیاتِ الٰہی کی بارش تھی، جب تم نے میری چادر اوڑھ لی، تو اللہ تعالیٰ نے اس چادر کے اوڑھنے کے سبب تمہاری نظروں سے تمام پردے ہٹا دیے اور تمہیں غیب کی بارش نظر آئی۔

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تہبندِ مبارک کا عالم یہ ہے کہ جو کوئی پاک دل انہیں اوڑھ لے، تو اسے تجلّیاتِ الٰہی کی بارش نظر آجائے جسے عام لوگ نہیں دیکھ سکتے، تو حضور سے برابری کا دعوی کرنے والے انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ ان کے نیچے اور ریشمی کپڑے اوڑھنے سے دن میں تارے بھی تو نظر نہیں آتے۔ تجلّیاتِ الٰہی کی بارش تو بڑی چیز ہے۔

یہ واقعہ کھلم کھلا اعلان کر رہا ہے کہ حضور کے احوالِ مبارکہ کو اپنے حالات پر ہرگز قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

نیست آں باراں ازیں ابرِ شما (۹) ہست ابرِ دیگرو دیگر سما

تجلّیاتِ الٰہی کی وہ بارش اس ابر سے نہیں ہے، بلکہ اس بارش کے ابر اور آسمان دوسرے ہیں

ایں چنیں باراں زِ ابرِ دیگر ست (۱۰) رحمتِ حق در نزولش مضمر ست

اس قسم کی بارش کا ابر دوسرا ہے جس کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پوشیدہ ہے

# دَستر خوان اور آگ

(از دفتر سوم)

اَز اَنَس فرزندِ مالک آمدست (۱) کہ بمہمانیِ اُو شخصے شُدست

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے یہاں ایک شخص مہمان آیا

اُو حکایت کرد کز بہرِ طعام (۲) دید اَنَس دستار خواں رازرد فام

اس مہمان نے بیان کیا کہ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کے لیے دسترخوان طلب فرمایا، تو وہ دسترخوان صاف ستھرا نہ تھا۔

چرکن و آلودہ گفت اے خادِمہ (۳) اندر افگن در تنورش یک دمہ

جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دسترخوان کو میلا دیکھا، تو خادمہ سے فرمایا اے خادمہ! اس دسترخوان کو ایک ساعت کے لیے تنور میں ڈال دے

دَر تنورِ پُر زِ آتش دَر فگند آں زماں دستار خواں را ہوشمند



عقلمند خادمہ نے دسترخوان کو اسی وقت دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔

جُملہ مہماناں دَراں حیراں شُدند (۵) انتظارِ دُودِ کَندُوری بُدند

تمام مہمان اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے دسترخوان کے جلنے اور تنور سے دھواں اٹھنے کا انتظار کرنے لگے

بعد یک ساعت برآوُرد از تنور (۶) پاک اسپیدُ و ازاں اوسَاخ دور

ایک ساعت کے بعد خادمہ نے دسترخوان کو تنور سے نکالا، تو وہ صاف ستھرا ہو گیا تھا جس میں اب کہیں میل کچیل کا نام و نشان تک نہ تھا

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز (۷) چوں نسوزد و منقّیٰ گشت نیز

لوگ بہت ہی متعجب ہوئے اور کہا کہ اے پیارے صحابی یہ کیا وجہ ہے کہ دسترخوان دہکتے ہوئے تنور میں جلا نہیں، بلکہ اور صاف ستھرا رہا۔

گفت زانکہ مُصطفٰے دست و دَہاں (۸) بس بمالید اندریں دستار خواں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پیارے مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء نے بار بار اس کپڑے سے اپنا ہاتھ اور منہ صاف فرمایا ہے، اسی لیے تنور کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی یہ دسترخوان جلنے سے محفوظ رہا۔

آگے مولانا رومی علیہ الرحمۃ بطورِ نصیحت فرماتے ہیں:

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب (۹) با چناں دست و لبے کُن اقتراب

اے جہنم کی آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل! ایسے مقدس ہاتھ اور مبارک ہونٹ والے سے تو وابستگی پیدا کر کہ جس کی قربت کے سبب کپڑا آگ میں جلنے سے محفوظ رہا۔

چوں جمادے را چناں تشریف داد (۱۰) جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد

جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک غیر جان دار کو ایسا شرف بخشا، تو عاشق کی جان کو بدرجۂ اولیٰ علم و معرفت کے لیے کھول دیں گے، یعنی اپنے محب کو اور زیادہ نوازیں گے۔

## اختیارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

(از دفتر اوّل)

**سنگ ہا اندر کفِ بوجہل بود (۱) گفت اے احمد بگو ایں چیست زود**

ابوجہل اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لے کر حضور کے پاس آیا اور کہا جلد بتایئے میری مٹھی میں کیا ہے

**گر رسولی چیست در دستم نہاں (۲) چوں خبر داری ز رازِ آسماں**

اگر آپ رسول ہیں، تو بتایئے میری مٹھی میں کیا چیز پوشیدہ ہے؟ جبکہ آپ آسمان کے راز سے با خبر ہیں۔ ثابت ہوا کہ رسولوں کو غیب کا علم ہوا کرتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتانے سے مجبوری بھی ظاہر نہ کی، بلکہ

**گفت چوں خواہی بگویم کاں چہ ہاست (۳) یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست**

آپ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے بتادوں یا جو چیزیں کہ تیرے ہاتھ میں ہیں، وہ خود ہی میری حقانیت و سچائی کی گواہی دیں۔

یعنی ابوجہل نے اس بات پر زور دیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ایک پوشیدہ چیز بتایئے اور حضور کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صرف غیب داں ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحبِ اختیار بھی ہے، چنانچہ حضور نے ابوجہل کی کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوا کر ثابت کر دیا کہ جمادات اور بے جان چیزیں بھی میرے زیرِ فرمان ہیں۔

**گفت بوجہل آں دُوم نادر تر است (۴) گفت حق آرے ازاں قادر تر است**



ابوجہل نے کہا کہ جو بات میں نے پیش کی تھی یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ خود میرے ہاتھ کی چیزیں آپ کی حقانیت کی گواہی دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قدرت رکھتا ہے

**گفت شش پارہ حجر در دستِ تست (۵) بشنو از ہر یک تو تسبیح درست**

آپ نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں چھ کنکریاں ہیں، اب تو ہر کنکری سے صاف لفظوں میں تسبیح سن لے

**از میانِ مشت او ہر پارہ سنگ (۶) در شہادت گفتن آمد بے درنگ**

تمام کنکریاں ابوجہل کی مٹھی میں فوراً ہی کلمۂ شہادت پڑھنے لگیں

**لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت (۷) گوہرِ نعتِ رسول اللہ سفت**

ہر کنکری نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کا موتی پرویا یعنی محمد رسول اللہ کہا

**چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں (۸) زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں**

جب ابوجہل نے کنکریوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا کلمہ پڑھتے ہوئے سنا، تو انہیں غصہ سے زمین پر پھینک دیا اور

**گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر (۹) ساحراں را سر توئی و تاج و سر**

کہا تمہارے مثل دنیا میں کوئی جادوگر نہیں تمام جادوگروں کے تمہیں سردار اور پیشوا ہو

## اعجازِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

(از دفتر سوم)

**ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں (۱) سوئے پیغمبر دواں شد زِ امتحاں**

عرب کے دیہاتوں میں سے ایک کافرہ عورت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتحان کے لیے روانہ ہوئی

**پیشِ پیغمبر دَر آمد باخمار (۲) کودکے دو ماہہ زن را در کنار**

حضور کے پاس ایک چادر اوڑھ کر حاضر ہوئی اور اس کی گود میں دو مہینہ کا ایک بچّہ بھی تھا

**گفت کودک سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (۳) یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جِئْنَا اِلَيْكَ**

بچّہ نے حضور کو سلام کیا اور کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ہم آپ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں

**مادرش از خشم گفتا ہی خموش (۴) کیت افگند ایں شہادت را بگوش**

بچّہ کی ماں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ چپ رہ، تجھ کو کس نے بتلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

**گفت حق آموخت وانگہ جبرائیل (۵) در بیاں با جبرائیلم من رسیل**

بچّہ نے کہا یہ بات مجھے حق تعالیٰ نے سکھلائی اور اس وقت جبرائیل نے۔ اور میرے اس بیان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے ساتھی ہیں۔

**گفت می بینی تو گفتا کہ بلے (۶) بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے**

عورت نے کہا کہ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں تیرے سر پر چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کا نام پوچھا

**گفت نامم پیشِ حق عبدالعزیز (۷) عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یکمشت چیز**

بچّے نے کہا میرا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبدالعزیز ہے اور اس کمینی کے نزدیک عبد عزّیٰ

**مَن زِ عزّیٰ پاک بیزار و بری (۸) حق آنکہ دادت ایں پیغمبری**



میں عزّیٰ بت کو معبود ماننے سے پاک، بیزار اور بری ہوں۔ معبود وہ ذات ہے کہ جس نے آپ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے۔

**کودکے دو ماہہ ہم چو ماہِ بدر (۹) درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ بدر**

دو مہینہ کے خوبصورت بچّے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقلمندوں کی طرح معقول باتیں کیں

# پانی پر حکمرانی

**آں امیرانِ عرب گِرد آمدند (۱) نزدِ پیغمبر مُنازع می شدند**

عرب کے کچھ سردار لڑائی کے لیے اکٹھا ہو کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آتے اور کہا

**کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر (۲) بخش کُن ایں مُلک و قسمِ خود بگیر**

آپ سردار ہیں اور ہم میں سے ہر ایک سردار ہے، لہٰذا اس ملک کو تقسیم کر کے آپ اپنا حصّہ لے لیں

**گفت میری مر مرا حق دادہ است (۳) سرورِ جُملہ جہانم کردہ است**

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھی کو سرداری دی ہے اور یہ سرداری مجھے سارے جہان پر حاصل ہے۔

**قوم گفتندش کہ ما ہم از قضا (۴) حاکمیم و داد امیری کا خدا**

لوگوں نے حضور سے کہا کہ ہم کو بھی خدا تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے اور ہمیں بھی سرداری حاصل ہے

**گفت لیکن مر مرا حق ملک داد (۵) مر شمارا عاریت از بہر زاد**

آپ نے فرمایا، لیکن حقیقت میں سرداری مجھے حاصل ہے اور تمہیں تو بطورِ عاریہ ملی ہے

**میری مَن تاقیامت باقی است (۶) میری عاریت خواہد شکست**

میری حکومت اور سرداری قیامت تک باقی رہے گی اور تمہاری سرداری چونکہ بطورِ عاریت اور ناقص ہے اس لیے وہ جلد ختم ہو جائے گی۔

اسی زمانہ میں بہت بڑا سیلاب آیا، لوگ بہت پریشان ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہاں گئے عرب کے وہ سردار جو ڈینگیں مارتے تھے کہ ہمیں سرداری حاصل ہے۔ آئیں، آج ان کی سرداری کا امتحان ہے۔ ہر سردار اپنے نیزہ کو سیلاب میں ڈالے جس کے نیزہ ڈالنے سے سیلاب ختم ہو جائے، اس کی سرداری تسلیم ہوگی؛ چنانچہ سب نے اپنا اپنا نیزہ پانی میں ڈالا۔

**نیزہا را ہمچو خاشاکے ربود (۷) آبِ سیلِ تیز پُرجوش و عتود**

تیز سیلاب کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا پُرجوش پانی سرداروں کے نیزوں کو کوڑا کرکٹ اور تنکوں کی طرح بہا لے گیا

**پس قضیب انداخت در وے مصطفیٰ (۸) آں قضیبِ معجزِ فرماں روا**

پھر اپنی اس اعجاز والی چھڑی کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جو حقیقت میں فرماں روا ہیں اس سیلاب میں ڈال دیا۔

**نیزہا گم گشت جملہ آں قضیب (۹) بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب**

سرداروں کے نیزوں کو پانی بہا لے گیا، مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھڑی نگہبان کی طرح پانی پر کھڑی رہی، یہاں تک کہ سیلاب ختم ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ پانی پر بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمرانی ہے۔



# فریاد رس اور قافلہ

(از دفتر سوم)

**اندراں وادی گروہِ از عرب (۱) خشک شد از قحطِ باراں شاں قِرَب**

عرب کے ایک گروہ کا پانی خشک سالی کے سبب ایک جنگل میں ختم ہو گیا

**ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون (۲) مصطفیٰ پیدا شدہ از بہرِ عون**

اتفاقاً وہ دونوں جہان کی امداد فرمانے والے یعنی پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مدد کے لیے نمودار ہوئے، تو ایک بہت بڑا قافلہ دیکھا جو دور سے چل کر آیا ہوا تھا۔

**اُشتراں شاں را زباں آویختہ (۳) خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ**

ان لوگوں کے اونٹ پیاس کی شدت سے زبان لٹکاتے ہوئے اور لوگ ریت کے اندر ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے

قافلہ والوں کی یہ پریشان حالی دیکھ کر رحمۃ اللعالمین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ ریت کے اس ٹیلے کی طرف دوڑ کر جاؤ۔

**کہ سیاہے بر شتر مشک آورد (۴) سوئے میرِ خود بزودی می برد**

کہ ایک حبشی غلام پانی کی مشک اونٹ پر لیے ہوئے اپنے مالک کی طرف تیزی سے جا رہا ہے۔ اس حبشی کو مع اونٹ اور پانی کے میرے پاس لے آؤ۔

لوگ ٹیلے کی طرف گئے، تو حضور کے ارشاد کے مطابق ایک حبشی کو اونٹ پر پانی لے جاتے ہوئے دیکھا

**پس بدو گفتند می خواند ترا (۵) ایں طرف خیر البشر خیر الوریٰ**

تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھے اللہ کے رسول علیہ التحیۃ والثناء بلا رہے ہیں۔ حبشی نے کہا میں انہیں نہیں جانتا۔ لوگوں نے حضور کے اوصاف بیان کیے، تو اس نے کہا، وہ تو جادوگر ہیں (معاذ اللہ) میں ایک قدم ان کی طرف نہ جاؤں گا۔

کشکشانش آورند آں طرف (۶) او فغا بر داشت در تشنیع و تف

لوگ حبشی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف زبردستی کھینچ لائے، وہ چلاتا تھا اور برا بھلا کہتا تھا

چوں کشیدندش بہ پیش آں عزیز (۷) گفت نوشید آب و بردارید نیز

جب اس کو کھینچ کر حضور کے پاس لائے، تو آپ نے فرمایا کہ حبشی کے مشکیزے سے سب لوگ پانی پیو اور جس قدر طبیعت چاہے اٹھا بھی لے جاؤ۔

حضور کا اعلان سنتے ہی ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے، خود بھی پیا اور اپنا اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اور سب اونٹ بھی سیراب ہو گئے۔ آگے مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

ایں کسے دید است کز یک مشک آب (۸) گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب

ایک مشک پانی سے قافلہ کے لاتعداد مشکیزوں کو کسی اور نے تکلف کے بغیر بھر دیا ہوا کیا کسی نے دیکھا ہے؟

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ مبارک معجزہ اور اختیار دیکھ کر لوگ بہت متعجب ہوئے اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ حضور نے حبشی سے مخاطب ہو کر فرمایا،

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود (۹) تا نگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام اب بھی تیرا مشکیزہ بھرا ہوا ہے دیکھ لے تاکہ بعد میں شکایت کرتے ہوئے تو برا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از برہانِ او (۱۰) می دمید از لامکاں ایمانِ او

وہ حبشی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس معجزہ سے حیران ہو گیا اور اس کا ایمان لامکان سے طلوع ہوا یعنی وہ مسلمان ہو گیا



مصطفٰے دستِ مبارک بر رُخش (۱۱) آں زماں مالید کرد او فرخش

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نورانی ہاتھ اس حبشی کے چہرے پر پھیر دیا جس سے اس حبشی کا رنگ بدل گیا، یعنی وہ خوبصورت ہو گیا۔

شد سپید آں زنگی زادہ حبش (۱۲) ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اس کا چہرہ روزِ روشن اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب کریم نے جس طرح یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ دلوں سے کفر و جہالت کی تاریکی دور فرما کر اسے روشن اور منور فرما دیں۔ اسی طرح اس صاحبِ اختیار نبی کو یہ قوت بھی عطا ہوئی ہے کہ جسم کی ظاہری بدشکلی اور کالے پن کو مٹا کر اسے حسین اور خوبصورت بنا دیں جیسا کہ حضور نے حبشی کے سیاہ چہرہ پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر کر اسے روشن اور تابناک بنا دیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

# محبّتِ رسول اور بے جان لکڑی

(از دفترِ اوّل)

اُستنِ حنّانہ در ہجرِ رسول (۱) نالہ می زد ہمچو اربابِ عقول

نوٹ : مسجدِ نبوی میں پہلے منبر نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ستون (کھمبا) سے ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہوا، تو آپ وعظ فرمانے کے لیے اس منبر پر تشریف لے گئے، تو یکایک وہ لکڑی کا ستون آپ کی جدائی سے رونے لگا، اسی لیے اس ستون کا نام حنّانہ پڑ گیا، یعنی رونے والا۔

شعر کا ترجمہ یہ ہے : استنِ حنّانہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی جدائی میں ایسے روتا تھا جیسے کہ انسان رویا کرتا ہے۔

Scanned by CamScanner

درمیانِ مجلسِ وعظ آں چُناں (۲) کز وے آگہ گشت ہر پیر و جواں

وعظ کی مجلس میں وہ ستون ایسا رویا کہ ہر چھوٹے بڑے نے اس کے رونے کی آواز سن لی

دَر تحیّر ماندہ اصحابِ رسُول (۳) کز چہ می نالد ستون با عرض و طُول

صحابہ کرام سخت متعجب ہوئے کہ کیسے ایک بے جان لکڑی رو رہی ہے اور وہ بھی زور زور سے

گُفت پیغمبر چہ می خواہی سُتوں (۴) گفت جانم در فراقت گشت خُوں

حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ اے ستون ! تو کیا چاہتا ہے ؟ ستون نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک ! میں آپ کی جدائی سے بے چین ہوں۔

مَسنَدت مَن بودَم از مَن تاختی (۵) بر سرِ منبر تو مَسنَد ساختی

مجھے حضور کی مسند ہونے کا شرف حاصل تھا، مجھے اسی کا غم ہے کہ حضور نے مجھے چھوڑ کر منبر کو مسند بنالیا حاضرینِ مجلس ستون کی اس گفتگو کو سن کر بہت متاثر ہوئے، یہاں تک کہ بعض صحابہ حضور کی جدائی کے تصوّر سے رونے لگے۔ حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے ستون کو مخاطب کیا،

گُفت می خواہی تُرا نخلے کُنَند (۶) شرقی و غربی ز تو میوہ چُنَند

فرمایا: اے ستون! اگر تو چاہے تو تجھے کھجور کا ایسا درخت بنا دیا جائے کہ مشرق و مغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام سوکھی لکڑی کو درخت میوہ دار بنا سکتے ہیں

گُفت آں خواہم کہ دائم شُد بقاش (۷) بِشنَو اے غافِل کم از چوبے مباش

ستون نے عرض کیا: اے اللہ کے محبوب! میں وہ چیز چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے، فنا ہونے والی چیز کی مجھے تمنّا نہیں، میں جنّت میں حضور کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ دوسرے مصرعہ میں مولانا رومی علیہ الرحمہ



بطورِ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے غافل انسان ! تو لکڑی سے بدتر نہ ہو جا، بلکہ تو بھی اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھ اور جنت میں حضور کی معیّت کا طالب رہ۔

آں ستوں را دَفن کرد اندر زمیں (۸) تا چُو مَردم حشر گردَد یومِ دیں

اس ستون کو حضور علیہ الصّلاۃ والسلام نے زمین میں دفن کر دیا تاکہ قیامت کے دن انسانوں کی طرح اس کا بھی حشر ہو جو لوگ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ مردہ اور مر کر مٹّی میں مل جانے والا تصوّر کرتے ہیں، وہ اس واقعہ سے ہدایت حاصل کریں کہ بے جان لکڑی کو صرف حضور کے ٹیک لگانے سے ایسی زندگی ملی کہ وہ انسان کی طرح ہجرِ رسول میں روتی تھی۔ تو جو رسول بے جان چیزوں کو زندگی عطا کرے، وہ خود کیسے زندگی سے محروم رہ سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے : اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱)

یعنی خدائے تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے، لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں اور روزی دیے جاتے ہیں۔

# دُنیا سے بے نیازی

(از دفترِ اوّل)

جَہدِ پیغمبر بہ فتحِ مکّہ ہم (۱) کے بُوَد در جہدِ دُنیا مُتّہم

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذاتِ اقدس پر فتحِ مکّہ کی کوشش کے باوجود حصولِ دنیا کا الزام ہرگز نہیں لگایا جا سکتا

آں کہ اُو را مخزنِ ہفت آسماں (۲) چشمِ دِل بربست روزِ امتحاں

Scanned by CamScanner

اس لیے کہ انہوں نے امتحان کے دن ساتوں آسمان کا خزانہ لینے سے انکار کر دیا

**پس چہ باید مکہ و شام و عراق (۳) کہ نماید او نبرد و اشتیاق**

پھر مکہ، شام اور عراق کی کیا حقیقت ہے کہ جس کے لیے وہ تمنا اور لڑائی کریں گے

**آں گمان و ظن منافق را بود (۴) کہ قیاس از حرص و جہل خود کند**

ایسا خیال اور گمان منافق ہی کو ہوگا، اس لیے کہ وہ اپنی جہالت اور لالچ پر قیاس کرتا ہے

**آبگینہ زرد سازی چوں نقاب (۵) زرد بینی جملہ نور آفتاب**

جب پیلے شیشے کا نقاب بنایا جائے گا، تو سورج کی روشنی سفید ہونے کے باوجود سب پیلی نظر آئے گی

**بشکن آں شیشہ کبود و زرد را (۶) تا شناسی گرد را و مرد را**

آپ اس نقاب کے نیلگوں اور پیلے شیشے کو توڑ دیجئے تاکہ میدان میں غبار اور مرد کا امتیاز ہو سکے

# بشریتِ رسول کا فلسفہ

(از دفتر چہارم)

**یک زنے آمد بہ پیش مرتضیٰ (۱) گفت شد بر ناوداں طفلِ مرا**

ایک عورت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا چھوٹا بچہ کوٹھے کے پرنالے پر چلا گیا

**گرانش می خوانم نمی آید بدست (۲) ور ہلم ترسم کہ او افتد بہ پست**



اگر میں اس کو بلاتی ہوں تو میرے پاس نہیں آتا اور اگر چھوڑتی ہوں تو ڈر ہے نیچے گر جائے گا
اس کے بلانے کی میں نے بہت سی تدبیریں کیں، مگر ہائے افسوس! میری کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی، حضور مشکل کشا ہیں، براہِ کرم ہماری پریشانی دور فرمائیں۔
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ ایک دوسرا چھوٹا بچہ کوٹھے پر لے جاؤ، وہ بچہ جب اس بچے کو دیکھے گا چلا آئے گا، چنانچہ اس نے ایسا کیا تو

**سوئے بام آمد زِ متنِ ناوداں (۳) جاذبِ ہم جنس را ہم جنس داں**

وہ لڑکا پرنالے کے کنارے سے ہنستا ہوا کوٹھے کی طرف چلا آیا اور نیچے گرنے سے بچ گیا اور ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ ہم جنس اپنے ہم جنس کو کھینچ لیا کرتا ہے۔
اس واقعہ کے نتیجے مولانا رومی علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں،

**زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں (۴) تا بجنسیت رہند از ناوداں**

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام انسانی شکل میں آئے تاکہ لوگ ان سے نہ بھڑکیں بلکہ اپنے جنس کے قریب آکر ان کی ہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور جہنم میں گرنے سے محفوظ رہیں۔

**پس بشر فرمود خود را مثلکم (۵) تا بجنس آیند و کم گردند گم**

اسی بناء پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے آپ کو انسانوں کے مثل بشر فرمایا تاکہ لوگ حضور کے پاس آکر ہدایت حاصل کریں اور گمراہ ہونے سے محفوظ رہیں۔
جو لوگ بشریتِ رسول کی آڑ لے کر حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ اس واقعہ سے خوب عبرت حاصل کریں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں اور لباسِ بشری میں اس لیے تشریف لائے کہ انسان ان سے ہدایت حاصل کریں اور بھٹکے ہوئے راہ پائیں نہ کہ انہیں اپنے جیسا بشر کہہ کر کافروں کی طرح گمراہ ہوں۔

## حفاظتِ خداوندِ قدوس و
## نامِ ہیبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(از دفترِ چہارم)

قصہ رازِ حلیمہ گویمت (۱) تا زِداید داستانِ اُو غمت

اے مخاطب! میں تجھ سے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں تاکہ تیرے غم کے بادل ان کی داستان سے چھٹ جائیں۔

مصطفےٰ را چوں زِ شیر او باز کرد (۲) بر کفش می داشت چوں ریحان و ورد

جب حضرت حلیمہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دودھ پلا چکیں، تو ناز بو اور گلاب کی طرح حضور کو اپنی ہتھیلی پر رکھا کرتی تھیں یعنی حفاظت فرماتی تھیں تاکہ حضور کہیں گم نہ ہو جائیں اور یہ امانت حضرت عبدالمطلب کو جلد سپرد کر دینا چاہتی تھیں

چوں ہمی آورد امانت را ازبیم (۳) شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم

چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے گم ہونے کے خوف سے سپرد کرنے کے لیے لائیں تو پہلے کعبے میں گئیں پھر حطیم جو کعبہ میں ایک خاص جگہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس کے اندر داخل ہوئیں۔

از ہوا بشنید بانگے کائے حطیم (۴) تافت بر تو آفتابِ بس عظیم

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک آواز سُنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے حطیم! آج تجھ پر بہت بڑا آفتاب طلوع ہوا، تو اپنی قسمت پر ناز کر۔

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا (۵) نے کسے در پیش وے سوئے قضا

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس آواز کو سُن کر حیران رہ گئیں، کیونکہ انہیں آگے پیچھے کوئی نظر نہ آیا



مصطفےٰ را بر زمیں بنہاد اُو (۶) تا کند آں بانگِ خوش را جستجو

جب آواز برابر آتی رہی تو حضرت حلیمہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو زمین پر بٹھا دیا تاکہ آواز دینے والے کی تلاش کریں —— آپ کو زمین پر بٹھا کر حضرت حلیمہ نے آواز دینے والے کو تلاش کیا، مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا

چوں ندید او خیرہ و نومید شد (۷) جسم لرزاں ہمچو شاخِ بید شد

جب صدا دینے والا نظر نہ آیا، تو آپ ناامید و پریشان ہوگئیں اور خوف سے آپ کا جسم بید کی ٹہنی کی طرح کانپنے لگا

باز آمد سوئے طفلِ آں رشید (۸) مصطفےٰ را بر مقامِ خود ندید

حضرت حلیمہ نے جس جگہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو بٹھایا تھا، جب وہاں واپس آئیں، تو آپ کو وہاں نہ پایا۔ اس واقعہ سے حضرت حلیمہ اور پریشان ہوئیں، آپ کو تلاش کرتی تھیں اور دا‌ڑھیں مار مار کر روتی تھیں۔

ریخت چنداں اشک و کرد از بس فغاں (۹) کہ از و گریاں شدند آں دیگراں

آپ کے غم میں اس قدر روتیں اور آنسو بہاتے کہ دوسرے لوگ جمع ہو کر ساتھ رونے لگے

پیر مردے پیشش آمد با عصا (۱۰) کائے حلیمہ چہ فتاد آخر ترا

ایک بڈھا لاٹھی ٹیکتا ہوا حضرت حلیمہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے حلیمہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ حضرت حلیمہ نے سارا واقعہ بیان کیا:

گفتش اے فرزند تو اندوہ مدار (۱۱) کہ نمائم مر ترا یک شہریار

بڈھے نے حلیمہ سے کہا بیٹی غم مت کر کہ میں تجھے ایک ایسے بڑے بادشاہ کے پاس لے چلتا ہوں جو تمہارے دکھ کو دور کردے گا

پس حلیمہ گفت اے جانم فدا (۱۲) مر ترا اے شیخ خوب خوش لقا

تو حضرت حلیمہ نے کہا اے شیخ! میں تجھ پر اپنی جان فدا کرتی ہوں، تیری ملاقات کیا ہی اچھی ملاقات ہے۔ مجھے اس شہریار کے پاس لے چلو۔ بڈھا حضرت حلیمہ کو عزیٰ بت کے پاس لے گیا

پیر کرد او را سجود گفت زُود (۱۳) اے خداوندِ عرب اے بحرِ جُود

بڈھے نے عزّیٰ کو سجدہ کیا اور سجدہ کرتے ہی کہا کہ اے ملکِ عرب کے مالک اور بخشش کے سمندر! یہ پریشان حلیمہ تیرے دربار میں حاضر ہوئی ہے، تو اس کی پریشانی دُور کر۔

کہ ازو فرزندِ طفلے گم شدُست (۱۴) نامِ آں کُودک محمّدؐ آمدست

کہ اس سے لڑکا گم ہوگیا ہے اور اس لڑکے کا نام نامی محمّد ہے (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

چُوں محمدؐ گفت آں جُملہ بُتاں (۱۵) سرنگُوں گشتند و ساجد آں زماں

جب بڈھے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ نامی واسمِ گرامی لیا تو تمام بت مُنہ کے بل سجدے میں گر پڑے اور کہا:

کہ بروے پیر ایں چہ جُستجُوست (۱۶) آں محمّدؐ را کہ عزلِ ما ازُوست

کہ اے بڈھے تم چلے جاؤ، یہ کیا تلاش کرتے ہو جس کا تم نے نام لیا، وہ تو ہمیں خود بے کار کر دے گا۔

جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا وہاں سے بھی کوئی سراغ نہ ملا، تو حضرت حلیمہ اور بیقرار ہوئیں اور چیخیں مار کر اس قدر روئیں کہ شہر کے تمام لوگ ان کے غم میں شریک ہوئے، حتیٰ کہ عبد المطلب بھی آئے اور کعبہ کے دروازہ پر حضور کے ملنے کی دُعا کی، تو غیب سے آواز آئی:

ہاتفش گُفتا مخور غم کایں زماں (۱۷) با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں

غیب سے آواز دینے والے نے کہا اے عبد المطلب غم مت کرو، میں ابھی تمہیں اس شہنشاہِ جہاں کا پتہ بتاتا ہوں چنانچہ اس نے کہا:

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت (۱۸) پس رواں شُد زود پیرِ نیک بخت

تمہارا مطلوب فلاں جنگل میں فلاں درخت کے نیچے ہے، تو حضرت عبد المطلب اس جنگل میں گئے اور حضور کو وہاں موجود پالیا



## علمِ غیبِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

(از دفتر سوم)

اندریں بُودند کا وازِ صلا (۱) مُصطفیٰ بشنید از راہِ علا

حضور علیہ الصّلاۃ والسلام اپنے حجرۂ مبارکہ میں تھے کہ اذان کی بلند آواز سُنی

خواست آبے وُضو را تازہ کرد (۲) دست و رُو را شُست وزاں آبِ سرد

آپ نے پانی طلب فرما کر وضو تازہ کیا، مقدّس ہاتھ اور مبارک چہرے کو اس ٹھنڈے پانی سے دھویا اور جب وضو سے فارغ ہوتے تو:

دست سوئے موزہ بُرد آں خوش خطاب (۳) موزہ را بربود از دستش عُقاب

حضور نے اپنا ہاتھ مبارک موزہ کی طرف بڑھایا، تو ایک چیل موزہ لے کر ہوا میں اڑ گئی

موزہ را اندر ہوا بُرد او چو باد (۴) پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد

موزہ کو ہوا کے اندر تیزی کے ساتھ لے جا کر چیل نے موزہ کا مُنہ نیچے کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا

پس عُقاب آں موزہ را آورد باز (۵) گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز

اس کے بعد چیل نے اس موزہ کو واپس لا کر حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام کے سامنے رکھ دیا اور عرض کیا کہ اب پہن لیجئے اور نماز کے لیے تشریف لے جائیے۔

پس رسُولش شُکر کرد و گفت ما (۶) ایں جفا دیدیم و بُود آں خود وفا

توحضور نے چیل کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ہم نے یہ زیادتی دیکھی، حالانکہ حقیقت میں وہ زیادتی نہ تھی

یہاں پر ایک اعتراض پیدا ہوا کہ حضور علیہ الصّلاۃ والسلام غیب داں نہیں، کیونکہ اگر غیب کا علم ہوتا تو خود ہی جان لیتے کہ موزہ کے اندر ایک سانپ چھپا ہوا ہے۔ اس اعتراض کا جواب جو حضور نے دیا اسے مولانا رومی علیہ الرحمہ آگے پیش کرتے ہیں:

## گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود (۷) دِل دراں لحظہ بحق مشغول بود

اگرچہ ہر غیب پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا، لیکن دل اس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا، یعنی سانپ کی طرف میری توجہ اس وقت نہ تھی۔

پھر ایک دوسرا سوال پیدا ہوا کہ یہ علم غیب چیل کو کیسے حاصل ہو گیا تو اس کے جواب میں چیل کی گزارش سنیے جس کو مولانا رومی علیہ الرحمہ یوں پیش کرتے ہیں:

## مار دَر موزہ ببینم از ہوا (۸) نیست از من عکسِ تُست اے مُصطفیٰ!

اے پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سانپ کو موزہ کے اندر فضا میں اڑتے ہوئے دیکھنا یہ خوبی میری ذات میں نہیں ہے بلکہ آپ کا عکس اور پرتو میرے اوپر پڑ گیا، تو میرے لیے ساری چیزیں روشن ہو گئیں۔

یہ کمال حضور ہے کہ جس پر آپ کا عکس اور پرتو پڑ جاتے، تو وہ بھی صاحب کمال ہو جاتا ہے علم غیب رسول کا انکار کرنے والو! ہوش میں آؤ اور سنو! حضور تو بہ تعلیم الٰہی غیب داں ہیں ہی، ان کے بارے میں چہ می گوئی کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ جس پر حضور علیہ الصّلاۃ والسلام کا پرتو پڑ جاتا ہے اسے بھی غیب کا علم ہو جاتا ہے۔ دیوبندی؛ وہابی حضرات عام طور سے کہتے پھرتے، لکھتے اور شائع کرتے ہیں کہ رسول کو غیب کی کیا خبر " (تقویۃ الایمان ص۵۶) لہٰذا ضروری ہے کہ عوام مسلمین کی ہدایت کے لیے چند کلمات پیش کر دیے جائیں۔

قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ (یعنی غیب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ تو اپنے غیب پر برگزیدہ رسولوں کو ہی قابو دیتا ہے)

آنکھوں پر سے پردے ہٹا کر دیکھو قرآن حکیم کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کو انبیاء کے اختیار میں دے دیا ہے

امام قاضی عیاض نیز امام قسطلانی شفا اور مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:



اَلنُّبُوَّۃُ وَهِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْغَيْبِ (یعنی نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع اور آگاہ ہو)

عربی کی مشہور لغت منجد ص۷۸۴ میں ہے: اَلنَّبِيُّ الْمُخْبِرُ عَنِ الْغَيْبِ (یعنی غیب کی باتیں بتانے والے کو کہتے ہیں) استاذ دارالعلوم دیوبند عبدالحفیظ بلیاوی اپنی کتاب مصباح اللغات ص۸۳۵ میں لکھتے ہیں:

نبی کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔ عربی لغت نے فیصلہ کر دیا کہ غیب کے جاننے والے اور بتانے والے کو نبی کہتے ہیں تو جو شخص حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو غیب کا جاننے والا اور غیب کی باتیں بتانے والا نہ مانے، وہ سرے سے حضور کی رسالت اور نبوّت ہی کا منکر ہے لہٰذا تقویۃ الایمان پر ایمان لانے والے حضرات اپنے عقیدے پر نظرِ ثانی کر لیں تاکہ آخرت میں ہمیشگی کے عذاب سے نجات پا سکیں۔

# دَبدبۂ فارُوقی

(از دفترِ اوّل)

## بَر عُمر آمد ز قیصر یک رسُول (۱) دَر مدینہ از بیابانِ نُغول

مدینہ شریف میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بادشاہِ روم کا سفیر دور دراز جنگلوں کو طے کر کے آیا۔ اور چونکہ وہ بادشاہوں کی شان و شوکت دیکھے ہوتے تھا، اس لیے:

## گفت کو قصرِ خلیفہ اے حَشَم (۲) تا مَن اسپ و رَخت را آنجا کشم

اس نے لوگوں سے پوچھا کہ خلیفہ کا محل کہاں ہے! تاکہ وہاں اپنا سامان اور گھوڑا لے جائے

## قوم گفتندش کہ اُو را قصر نیست (۳) مَر عُمر را قصرِ جانِ رَوشنیست

لوگوں نے اس سفیر سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بادشاہوں جیسا کوئی محل نہیں ہے۔ ان کا محل تو ایسی جان ہے جو بہت زیادہ روشن ہے، یعنی اپنے نورِ ایمان کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت والے ہیں۔

گرچہ از میری ورا آوازہ الیست (۴) ہمچو درویشاں مرا و کازہ الیست

اگرچہ ان کی سلطنت کا دور دراز تک شہرہ ہے، لیکن ان کا جھونپڑا فقیروں کی طرح ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصرِ اُو (۵) چونکہ در چشمِ دلت رُست ست مُو

اے بھائی! تو ان کا محل کیسے دیکھ سکے گا، جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پربال کا مرض ہوگیا ہے
پربال آنکھوں کا ایسا تکلیف دہ مرض ہوتا ہے کہ آدمی دیکھنے اور آنکھ کھولنے سے بھی مجبور ہوجاتا ہے۔

چشمِ دل از موئے علّت پاک آر (۶) وانگہاں دیدارِ قصرش چشم دار

دل کی آنکھ کو پربال جیسے موذی مرض کی علّت سے پاک کرے تو اس وقت البتہ تو ان کے مرتبہ کو دیکھ سکے گا۔
اسی طرح آج کل جن لوگوں کا عقیدہ ہے "تمام انبیاء اولیاء اللہ کے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسّلام کا علمِ غیب بچوں، پاگلوں، چوپایوں کے علم کی طرح ہے۔"
ان لوگوں کے دلوں کی آنکھ میں بھی پربال کا مرض ہے، ورنہ قرآن وحدیث کو پڑھتے ہوئے ان کے حقائق سے بے خبر نہ ہوتے اور نہ اس قسم کا عقیدہ رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

چوں رسولِ رُوم ایں الفاظِ تر (۷) در سماع آورد شد مشتاق تر

جب بادشاہِ روم کے سفیر نے حضرت عمرؓ کے بارے میں خوش گوار باتوں کو سُنا تو اس کا شوقِ زیارت اور بڑھ گیا

ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار (۸) می شُدے پُرسانِ اُو دیوانہ وار

یہاں تک کہ اُن کی تلاش میں وہ دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا تھا

دید اعرابی زنے را اُو دخیل (۹) گفت عمرؓ اینک بزیرِ آں نخیل



ایک اعرابی کی عورت نے اس نو وارد کو دیکھ کر کہا کہ وہ دیکھ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درخت خرما کے نیچے ہیں

آمد آنجا وُ از و دور ایستاد (۱۰) مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد

وہ سفیر درخت کے نیچے آیا، آپ کو دیکھتے ہی کانپنے لگا اور ہیبت کے مارے آپ سے دور ہی کھڑا ہوا

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام (۱۱) پیشِ سلطاناں خوش بگزیدہ ام

اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا ہے اور بڑے بڑے بادشاہوں کی صحبت میں رہ چکا ہوں۔

از شہانم ہیبت و ترسے نبود (۱۲) ہیبتِ ایں مرد ہوشم در ربود

مگر ان بادشاہوں کی کوئی ہیبت میرے دل پر کبھی طاری نہیں ہوئی، لیکن اس مرد کی ہیبت سے تو میرے ہوش اڑے جاتے ہیں۔

رفتم اندر بیشۂ شیر و پلنگ (۱۳) روئے من زیشاں نگردانید رنگ

شیر اور دوسرے درندے جانوروں کے جنگل میں بھی جا چکا ہوں لیکن کبھی بھی میرے چہرے کا رنگ تک نہیں بدلا

بس کہ خوردم بس زدم زخمِ گراں (۱۴) دِل قوی تر بودہ ام از دیگراں

میدانِ کارزار میں ہم نے بہتیروں کو زخم لگایا ہے اور خود بھی زخم کھایا ہے، میرا دل دوسروں سے زیادہ قوی ہے، اس کے باوجود اس جگہ مجھ پر خوف کیوں طاری ہے۔

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں (۱۵) من بہفت اندام لرزاں چیست ایں

حالانکہ یہ بغیر ہتھیار زمین پر سوتے ہوتے ہیں اور میرا پورا جسم کانپ رہا ہے

ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست (۱۶) ہیبتِ ایں مرد صاحبِ دلق نیست

آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ہیبت اس مردِ صاحبِ دل یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہیں ہے اور نہ تو کسی مخلوق کی جانب سے ہے، بلکہ یہ ہیبت من جانب اللہ ہے جس کے مظہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں
مولانا رُومی علیہ الرحمہ اس واقعہ کے نتیجے میں بطورِ نصیحت ارشاد فرماتے ہیں:

**ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید (۱۷) ترسد از وے جنّ و انس و ہر کہ دید**

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے تو ایسے شخص سے دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ جنّات و انسان بھی ڈریں گے اور خوف کریں گے۔

اس شعر میں اشارہ اس حدیث شریف کی جانب ہے:
مَنْ خَافَ اللّٰہَ خَافَہٗ کُلُّ شَیْئٍ وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللّٰہِ خَوَّفَہُ اللّٰہُ عَنْ کُلِّ شَیْئٍ۔
یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس سے ہر چیز ڈرے گی اور جو غیر اللہ سے ڈرے خدا تعالیٰ اُسے ہر چیز سے ڈرائے گا

# عاشقِ صادق

(از دفترِ ششم)

**تن فدائے خار می کرد آں بلال (۱) خواجہ اَش می زد برائے گوشمال**

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا مالک اُمیہ سزا دے رہا تھا اور کانٹوں سے بُری طرح مارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

**کہ چرا تو یادِ احمد می کُنی (۲) بندۂ من منکرِ دینِ منی**

کہ تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیوں یاد کرتا ہے، میرا غلام ہو کر تو میرے ہی دین سے پھر گیا

**می زد اندر آفتابش او بخار (۳) او اَحَد می گفت بہرِ افتخار**



وہ کافر تپتی ہوئی دھوپ میں کانٹوں سے مارتا تھا، مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی اَللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ اَحَدٌ کہنا فخر سمجھتے تھے۔

**تا کہ صدّیق آں طرف بر می گذشت (۴) آں اَحَد گفتن بگوشش اُو بُرفت**

یہاں تک کہ حضرت صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف گزر ہوا۔ حضرت بلال کی آواز اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ اَحَدٌ آپ کے کانوں میں آئی۔ اُمیّہ کا ظلم دیکھ کر آپ بے چین ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

**پس دواں آمد بہ پیشِ مصطفیٰ (۵) گفتِ حالِ آں بلالِ باوفا**

پس دوڑتے ہوئے حضور کی خدمت میں گئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا واقعہ آپ سے بیان کیا

**مصطفیٰ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست (۶) گفت ایں بندہ مرا اُو را مشتریست**

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اب کیا کرنا چاہیے۔ حضرت صدیق نے کہا کہ میں ان کو ضرور خرید دوں گا

**مُصطفیٰ گفتش کہ اے اقبالِ جو (۷) دَر خریدن می شَوَم اَنبارِ تو**

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے لافانی دولت کے متلاشی میں بھی اس خریداری میں تمہارا شریک ہوں گا تم میرے وکیل ہو کر جاؤ اور آدھا میری جانب سے خرید د۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کافر کے پاس گئے اور اس سے فرمایا:

**کیں ولی اللہ را چُوں می زنی (۸) ایں چہ حقدست اے عدوِّ روشنی**

اے ایمان کے دشمن تو اللہ تعالیٰ کے دوست کو کیوں مارتا ہے؟ ـــــ امیہ نے کہا کہ اگر آپ کو اس پر رحم آتا ہے تو خرید لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کے بدلے میں ایک یہودی غلام دوں گا۔

**تَن سپید و دِل سیاہ ستش بگیر (۸) دَر عِوض ایں تن سیاہ و دِلِ منیر**

اس سپید جسم اور سیاہ دل غلام کو اس سیاہ جسم اور روشن دل کے عوض تو قبول کرلے
امیہ نے کہا میں آپ کے غلام کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے اسے بلوایا۔ امیہ حسین غلام کو دیکھتے ہی لوٹ پوٹ ہوگیا، مگر حضرت کا شوقِ خریداری دیکھ کر صرف غلام کے بدلے دینے پر راضی نہ ہوا۔

**یک نصابِ نقرہ ہم بر وے فزود (۱۰) تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہود**

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کافر شقی کو راضی کرنے کے لیے ساڑھے باون تولہ چاندی اور بڑھا دی ——— امیہ راضی ہوگیا۔ بیع ہوجانے کے بعد وہ کافر ٹھٹھا مار کر ہنسا۔

**گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود (۱۱) در جوابِ پرسشِ او خندہ فزود**

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو وہ اور ہنسنے لگا اور کہا کہ

**کہ بنزدِ من نیرزد نیم دانگ (۱۲) تو گراں کردی بہائش را بہ بانگ**

آپ نے اپنی بولی سے اس کی قیمت بڑھا دی، ورنہ میرے نزدیک اس کی قیمت ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔

**پس جوابش داد صدیق اے غبی (۱۳) گوہرے دادی بجوزے چوں صبی**

آپ نے کہا اے بیوقوف! بچوں کی طرح ایک اخروٹ پر موتی دے دیا اور پھر ہنستا ہے

**گر مکیسے کردۂ در بیع بیش (۱۴) دادمے من جملہ مال و ملکِ خویش**

اگر تو بیع میں زیادہ ٹال مٹول کرتا، تو آج میں اپنا تمام مال و اسباب دے دیتا
اس غلام اور چاندی کی حقیقت کیا ہے؟
اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر دربارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف روانہ ہوئے۔



**چوں بدید آں خستہ روئے مصطفےٰ (۱۵) خر مغشیاً فتاد او بر قفا**

عاشقِ رسول مقبول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور کا چہرۂ زیبا دیکھا تو انتہائے محبت میں پیٹھ کے بل غش کھا کر گر گئے۔

**تا بدیرے بیخود و بیہوش ماند (۱۶) چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند**

دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے جب ہوش آیا تو اپنے محبوب کو پالینے کی خوشی میں رونے لگے

**مصطفےٰ اش در کنارِ خود کشید (۱۷) کس چہ داند بخششے را کو رسید**

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عاشق صادق کو گلے سے لگایا۔ یہ کون جانتا ہے کہ حضور نے انہیں کیا نعمتیں دیں؟

**سیدِ کونین سلطانِ جہاں (۱۸) در عتاب آمد زمانے بعد ازاں**

سلطانِ جہان سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ناراض ہوئے اور فرمایا؛ اے صدیق! میں نے تم سے کہا تھا کہ بلال کی خریداری میں مجھے بھی شریک کرنا۔ بتاؤ، تم نے انہیں تنہا کیوں خریدا؟

**گفت ما دو بندگانِ کوئے تو (۱۹) کردمش آزاد ہم بر روئے تو**

عرض کیا کہ ہم دونوں حضور کی گلی کے بندے اور غلام ہیں۔ میں نے حضور کی خوشنودی کے لیے حضرت بلال کو آزاد کیا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاہما عنا)
"بندۂ رسول اور عبدالنبی کو شرک کہنے والے دیکھیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اور جناب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بندۂ کوئے رسول قرار دیا ہے۔

---

# عمل میں خلوص و للٰہیت

(از دفتر اوّل)

آتشے اُفتاد در عہدِ عمرؓ (۱) ہمچوں چوبِ خشک می خورد او حجر

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک ایسی آگ لگی کہ پتھر کو سوکھی لکڑی کی طرح جلاتی تھی

نیم شہر از شعلہ ہا آتش گرفت (۲) آب می ترسید ازاں و می شگفت

آگ کے شعلے آدھے شہر میں پہنچ گئے۔ پانی بھی اس سے ڈرتا تھا اور اس میں زیادتی پیدا کرتا تھا

مشکہائے آب و سرکہ می زنند (۳) بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند

چالاک لوگ پانی اور سرکہ کی مشکیں آگ پر ڈالتے تھے

آتش از استیزہ افزودے لہب (۴) می رسید اُو را مدد از صنعِ رب

مگر آگ بوجہ خصومت شعلے بڑھاتی اور اس کو قدرتِ الٰہی سے مدد پہنچ جاتی تھی

خلق آمد جانب عمرؓ شتاب (۵) کاتش ما می نمیرد ہیچ زآب

تمام لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوڑ کر آئے اور عرض کیا کہ حضور ہماری آگ کسی بھی پانی سے نہیں بجھتی۔

گفت ایں آتش ز آیاتِ خداست (۶) شعلۂ از آتشِ بخلِ شما ست

آپ نے فرمایا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ شعلہ تمہاری بخیلی کی آگ کا شعلہ ہے



آب بگزارید و ناں قسمت کنید (۷) بخل بگزارید گر آلِ منید

پانی ڈالنا بند کرو، بلکہ غریبوں میں روٹی تقسیم کرو اور اگر میرے فرمانبردار و پیرو ہو تو بخیلی سے باز آجاؤ

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم (۸) ما سخیؓ و اہلِ فتوّت بودہ ایم

لوگوں نے ان سے کہا کہ ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ہم سخی ہیں اور ہمیشہ سخاوت کرتے رہے ہیں

گفت ناں بر رسم و عادت دادہ اید (۹) دست از بہرِ خدا نکشادہ اید

آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے، لیکن خدا کے واسطے تمہارا ہاتھ نہیں کھلا؛ بلکہ تم نے جو کچھ دیا رسم و عادت کے طور پر دیا

بہرِ فخر و بہرِ توش و بہرِ ناز (۱۰) نے برائے ترس و تقویٰ و نیاز

تم نے فخر و ناز اور قوت جتانے کے لیے دیا۔ خوفِ الٰہی، عاجزی، تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے نہ دیا یعنی تمہارے عمل میں خلوص نہ تھا اور جس عمل میں خلوص نہ ہو، وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں

از علی آموز اخلاصِ عمل (۱۱) شیرِ حق را داں منزّہ از دغل

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمل میں خلوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سیکھو۔ وہ خدا کے شیر ہیں، ان کو عیب سے پاک اور منزہ سمجھو۔

در غزا بر پہلوانے دست یافت (۱۲) زود شمشیرے بر آورد و شتافت

ایک لڑائی میں ایک پہلوان پر قابو پاکر آپ نے تلوار کھینچی اور اس پر جھپٹے

او خدو انداخت بر روئے علی (۱۳) افتخارِ ہر نبیؐ و ہر ولی

اس پہلوان نے تمام انبیاء کرام کے چہیتے و اولیاء عظام کے فخر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منہ پر تھوک دیا

درزماں انداخت شمشیر آں علی (۱۴) کرد اُو اندر غزا یَش کاہلی

حضرت نے اسی وقت اپنی تلوار پھینک دی اور پہلوان سے لڑائی کرنے میں سستی ظاہر کی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل (۱۵) از نمودن عفو و رحم بے محل

وہ سپاہی آپ کے اس عمل سے حیران ہوگیا کہ انہوں نے یہ رحم وعفو بے محل کیوں کیا؟

گفت بر مَن تیغ تیز افراشتی (۱۶) اَز چہ اَفگندی مَرا بگذاشتی

اور اس نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کہا کہ آپ نے مجھ پر تلوار تیز اٹھائی، پھر کیوں اس کو پھینک دیا اور مجھ کو چھوڑ دیا۔

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ مَن (۱۷) تا شُدی تو سُست از اشکارِ مَن

کون سی چیز آپ نے میری لڑائی سے بہتر دیکھی کہ مجھ کو اپنا شکار بنانے سے سست ہوگئے

گفت امیر المومنین باآں جواں (۱۸) کہ بہ ہنگامِ نبرد اے پہلواں

حضرت امیر المومنین نے اس جوان سے کہا کہ اے پہلوان لڑائی کے وقت میں

چوُں خدُو انداختی بَر رُوئے مَن (۱۹) نفس جُنبیدُ و تبہ شد خُوئے مَن

جب تو نے میرے چہرے پر تھوک دیا، تو میرا نفس جنبش میں آیا اور میری لڑائی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، اس میں تباہی و بربادی واقع ہوگئی، یعنی

نیم بہر حق شُد و نیمے ہوا (۲۰) شرکت اندر کارِ حق نبود روا

آدھی خدا تعالیٰ کے لیے رہ گئی اور آدھی خواہشات نفسانی کے لیے ہوگئی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے کام میں کسی کی شرکت جائز نہیں



گبر ایں بشنید نورے شُد پدید (۲۱) در دلِ اُو تا کہ زُنّارے بُرید

اس پہلوان آتش پرست نے جب یہ بات سُنی، تو اس کے دل میں نورِ ایمان چمکا، یہاں تک کہ اس نے زنّار یعنی جینو توڑ کر پھینک دیا۔

قُربِ پنجاہ کس زِ خویشِ قومِ اُو (۲۲) عاشقانہ سوئے دیں کردند رُو

اور اس پہلوان کے ساتھ ساتھ اس کی قوم کے تقریبًا پچاس آدمی دیوانہ وار داخل دینِ اسلام ہوئے

## مکرِ ابلیسِ لعین

(از دفتر دوم)

در خبر آمد کہ خالِ مومناں (۱) بُود اَندر قصرِ خُود خفتہ شباں

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومنوں کے ماموں یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے۔

ناگہاں مردے وَرا بیدار کَرد (۲) چشم چوُں بکشاد پنہاں گشت مَرد

اچانک ایک شخص نے ان کو بیدار کیا۔ جب آپ کی آنکھ کُھلی، تو وہ چھپ گیا۔ پھر آپ نے پورے کمرہ میں غور سے نظر ڈالی، تو دیکھا کہ کوئی پردے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے

گُفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست (۳) گُفت نامم فاش ابلیسِ شقی ست

آپ نے فرمایا اے چھپنے والے! تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا ظاہر نام ابلیس شقی ہے

آپ نے فرمایا، تو نے مجھے کیوں بیدار کیا؟

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید (۴) سوئے مسجد زود می باید دوید

ابلیس نے کہا کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ آپ کو مسجد میں بہت جلد جانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ تو کسی مسلمان کو بھلائی کی طرف ہرگز ہرگز نہیں بلا سکتا۔ یقیناً تیری غرض کوئی اور ہوگی۔ اس نے کہا کہ اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں، میں ہمیشہ اچھے لوگوں کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں اور بدکاروں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں

باغبانم شاخ تر می پرورم (۵) شاخہائے خشک را ہم می بُرم

میں باغبان ہوں، میری شاخوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور سوکھی ٹہنیوں کو کاٹتا ہوں

گر تُرا بیدار کردم بہرِ دیں (۶) خوئے اصلِ من ہمیں ست و ہمیں

اگر ہم نے آپ کو دین کے لیے بیدار کر دیا تو آپ تعجب نہ کریں، ہماری پرانی اور خاص عادت یہی ہے۔ آپ نے فرمایا اے مکار! تو اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرے، یہ سب فریب کی باتیں ہیں۔ سچ بتا کہ تو نے ہمیں بیدار کیوں کیا؟ آخر ابلیس سچی بات بتانے پر مجبور ہو گیا۔

از بُنِ دنداں بگفتش اے فلاں (۷) کردمت بیدار من از بہرِ آں

دبی زبان سے اس نے کہا کہ اے امیر معاویہ بیدار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

تا رسی اندر جماعت در نماز (۸) از پئے پیغمبرِ دولت فراز

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز باجماعت ادا فرمائیں

گر نمازت فوت می شد ایں زماں (۹) می زدی از دودِ دل آہ و فغاں

کیوں کہ اس وقت اگر نماز قضا ہو جاتی، تو آپ دل سے آہ و بکا کرتے

آں تاسف واں فغان و آں نیاز (۱۰) در گزشتی از دو صد رکعت نماز



اس افسوس کرنے، رونے اور عاجزی کرنے سے آپ کو دو سو رکعت سے زیادہ کا ثواب مل جاتا اور زیادہ ثواب ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی، اس لیے آپ کو بیدار کر دیا۔

من حسودم از حسد کردم چنیں (۱۱) من عدوم کارِ من مکر ست و کیں

میں حاسد ہوں، حسد سے میں نے ایسا کام کیا تاکہ ثواب زیادہ نہ ملنے پاتے، میں آپ کا دشمن ہوں میرا کام مکاری اور فریب ہے۔

گفت اکنوں راست گفتی صادقی (۱۲) از تو ایں آید تو ایں را لائقی

آپ نے فرمایا اب تو نے سچ کہا اور اپنے اس بیان میں تو سچا ہے، تجھ سے یہی ہوگا اور تو اسی لائق ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب بے دین اسلام کا کوئی کام انجام دے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس بے دین کا کوئی خاص مقصد ہے، جس طرح آجکل بہت سے بے دین لیڈر اپنی لیڈری چمکانے کے لیے مجاہد ملت اور ناموس رسول کے فدائی بن جاتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں نہ انہیں ملت کا درد ہے اور نہ ناموس رسول کے فدائی کی طرح تڑپ ہے، جیسے کوئی غیر مسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین کرتا ہے تو توہین رسول پر مسلمانوں کا احتجاج کرنا لازم ہے، مگر بے دین کلمہ گو لیڈر کو اسلام و شارع اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ صرف اپنی ذاتی غرض کے لیے بڑے آن بان کے ساتھ کھڑا ہو کر تحفظ ناموس رسالت کی کمیٹی بنا لیتا ہے اور اپنے کو مسلمانوں کی نظر میں ذی وقار ثابت کرنے کے لیے قصداً ایسی تقریریں کرتا ہے کہ حکومت اسے نظر بند کر دے تاکہ مسلمان اسے مجاہد ملت اور ناموس رسول کا شیدائی یقین کر لیں اور اس طرح آئندہ کرسی حاصل کرنے کے لیے زمین ہموار ہو جاتی، لیکن ایسے لیڈروں اور ایڈیٹروں سے کوئی نہیں یہ پوچھتا کہ اگر واقعی تمہیں ناموس رسول کا احترام ہے، تو جن مولویوں نے حضور کو بڑا بھائی، ایک معمولی انسان، ذرۂ ناچیز سے کمتر، مجبور، بندۂ عاجز، ایلچی، نادان، ناکارہ اور غیب سے جاہل لکھ کر شائع کیا ہے تو اس پر تمہاری رگ حمیت کیوں نہ پھڑکی؛ ان گستاخیوں پر تمہیں کیوں جوش نہ آیا؟ کیا کلمہ گو مولویوں، پیروں اور صوفیوں نے جو گستاخی شان رسالت میں کی ہے! اور صرف غیر مسلم کی گستاخی قابل مواخذہ ہے؟

یاد رکھو انہیں کلمہ گو مرتد مولویوں اور صوفیوں نے، غیر مسلموں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین پر جری بنا دیا ہے۔

# نماز با جماعت

(از دفتر دوم)

آں یکے می رفت در مسجد دروں (۱) مردم از مسجد ہمی آمد بروں

ایک شخص مسجد کے اندر داخل ہو رہا تھا اور لوگ مسجد سے باہر آ رہے تھے

گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود (۲) کہ ز مسجد می بروں آیند زود

وہ شخص پوچھنے لگا کہ جماعت کا کیا حال ہے؟ کہ لوگ جلدی سے مسجد سے نکل رہے ہیں

آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز (۳) با جماعت کرد و فارغ شد ز راز

ایک شخص نے ان میں سے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز ادا کر چکے اور اپنے راز و نیاز سے فارغ ہو گئے

گفت آہ و درد از آں آمد بروں (۴) آہ او می داد از دل بوئے خوں

اس خبر کے سنتے ہی اس نے ایسی آہ بھری کہ اس آہ سے درد ظاہر ہوتا تھا اور دل سے خون کے جلنے کی بُو آتی تھی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را (۵) ویں نماز من ترا بادا عطا

ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اپنا یہ درد اور آہ تو مجھ کو دیدے اور اس کے بدلے میں میری نماز با جماعت قبول کیجئے

گفت دادم آہ بگرفتم نماز (۶) او ستد آں آہ را با صد نیاز

اس نے کہا کہ ہاں! میں نے آہ دے کر نماز لے لی، تو دوسرے شخص نے بھی اس درد بھری آہ کو سینکڑوں آرزوؤں کے ساتھ قبول کر لیا اور بیع تام ہو گئی۔



شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے (۷) کہ خریدی آب حیوان و شفے

ایک ہاتف یعنی غیب سے آواز دینے والے نے رات میں خواب کے اندر آہ خریدنے والے سے کہا کہ تم نے آب حیات اور آب شفا خرید کر حیاتِ جاودانی اور جملہ امراضِ باطنی سے نجات حاصل کر لی

# آسمانی دسترخوان

(از دفتر اول)

از خدا خواہیم توفیقِ ادب (۱) بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں، کیونکہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم رہتا ہے

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد (۲) بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے، بلکہ محرومی کی آگ ساری دنیا میں پھیلا دیتا ہے

مائدہ از آسماں در می رسید (۳) بے شرا و بیع و بے گفت و شنید

بغیر کچھ کہے سنے اور بغیر خرید و فروخت کے کھانوں سے چنا ہوا دسترخوان یعنی من و سلویٰ آسمان سے اترتا تھا

درمیانِ قوم موسیٰ چند کس (۴) بے ادب گفتند کو سیر و عدس

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے چند بے ادبوں نے من و سلویٰ کھانے سے انکار کر دیا اور کہا ہم کو لہسن اور مسور ملنا چاہیے

منقطع شد خوان و نان از آسماں (۵) ماند رنج زرع و بیل و داسماں

تو اس بے ادبی اور نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے دسترخوان کا اترنا بند ہو گیا، کھیتی، پھاوڑہ اور درانتی وغیرہ کے بکھیڑے رہ گئے۔

بازعیسیٰ چوں شفاعت کرد حق (۶) خواں فرستاد و غنیمت بر طبق

پھر حواریوں کی خواہش پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی تو اس نے طبق پر مفت چنا ہوا کھانا بھیجا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند (۷) چوں گدایاں زلّہا برداشتند

پھر گستاخوں نے بے ادبی و نافرمانی کی یعنی فقیروں کی طرح دوسرے وقت کے لیے رکھنے لگے حالانکہ اس کی سخت ممانعت تھی

کرد عیسیٰ لابہ ایشاں راکہ ایں (۸) دائمست و کم نگردد از زمیں

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے گزارش کی کہ ایسا مت کرو۔ یہ دسترخوان ہمیشہ رہے گا، کبھی زمین سے ختم نہیں ہوگا، لیکن وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے

زاں گداردیانِ نادیدہ زِ آز (۹) آں درِ رحمت برایشاں شد فراز

آخران اندھے فقیروں کی لالچ و نافرمانی کے سبب وہ رحمت کا دروازہ، یعنی دسترخوان کا اترنا بند ہوگیا۔

چونکہ نافرمانی کے سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ اس لیے مولانا رومی علیہ الرحمہ بطورِ نصیحت ارشاد فرماتے ہیں،

ابر ناید از پئے منعِ زکوٰۃ (۱۰) وز زنا افتد وبا اندر جہات

زکوٰۃ نہ دینے کے سبب سے بارش نہیں ہوتی اور زنا کے سبب سے ہر چہار طرف وبا اور طرح طرح کی بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔

ہرچہ بر تو آید از ظلماتِ غم (۱۱) آں زِ بیباکی و گستاخیست ہم

غم کی تاریکیاں جو کچھ تجھ پر آئیں، وہ تیری ہی بے باکی، گستاخی اور نافرمانی کے سبب ہیں

---



# تعظیمِ نبی کا پھل

(از دفتر اوّل)

ساحراں در عہدِ فرعونِ لعیں (۱) چوں مرے کردند با موسیٰ زکیں

جادوگروں نے فرعون لعین کے زمانہ میں اس کی دشمنی کے سبب اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ کیا

لیک موسیٰ را مقدّم داشتند (۲) ساحراں اورا مکرّم داشتند

لیکن ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو مقدّم رکھا، اس لیے کہ وہ لوگ ان کو معزز سمجھتے تھے

زانکہ گفتندش کہ فرماں آں تست (۳) گر تو می خواہی عصا بفگن نخست

یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت سے کہا کہ آپ حکم کے مالک ہیں، اگر آپ چاہیں تو اپنا عصا پہلے ہی ڈالیں

گفت نہ اوّل شما اے ساحراں (۴) افگنید آں مکرہا را درمیاں

آپ نے فرمایا کہ اے جادوگرو! میں اپنا عصا پہلے نہیں ڈالوں گا، بلکہ تم پہلے اپنے مکر کو میدان میں پھیلاؤ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ۝ قَالَ اَلْقُوْا۔ یعنی جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پہلے تم اپنا عصا ڈالو گے یا ہم ڈالیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہی پہلے ڈالو۔ (پ ۹ ع ۴)

جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے اتنا دریافت کر لینا کہ پہلے آپ عصا ڈالیں گے یا ہم۔ یہ ان کی ایک قسم کی تعظیم تھی اور یہی نبی کی تعظیم اُن کو ایمان کی طرف کھینچ لائی، یعنی وہ مسلمان ہوگئے۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں،

**این قدر تعظیمِ دیں شاں را خرید (۵) وز مرے آں دست و پاہا شاں برید**

بس اتنی سی تعظیم کے سبب دینِ اسلام نے ان لوگوں کو قبول کر لیا، جیسا کہ تفسیر خازن اور تفسیر جمل میں آیتِ مذکورہ کے تحت ہے:

قد جازاهم الله على هذا الادب حيث من عليهم بالايمان

قرآن کریم اس مضمون پر شاہد ہے کہ جب جادوگروں نے اپنا سامان میدان میں ڈالا، تو ہر طرف اژدہا ہی اژدہا نظر آنے لگا۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا اور سبھی جادوگر حیرت زدہ ہو گئے۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے یقین کر لیا کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں اور اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور مسلمان ہو گئے۔

لیکن چونکہ انہوں نے ایک نبی کا مقابلہ کیا تھا، اس لیے منجانب اللہ ان پر یہ عذاب نازل ہوا کہ فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے۔

اس مضمون کو مولانا روم کی زبان سے سنیے:

**ساحراں چوں قدرِ او نشناختند (۶) دست و پا در جرمِ آں در باختند**

جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ کو نہ جانا اور ان کا مقابلہ کیا، تو اس جرم کے سبب وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے محروم ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمسری کا دعویٰ کرنا، یعنی ان کو اپنے جیسا بشر کہنا، بڑا بھائی سمجھنا اور علمِ غیب کا انکار کرنا، باعثِ ہلاکت اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔

---



# صحابی اور علمِ غیب

(از دفترِ اوّل)

**گفت پیغمبر صباحے زید را (۱) کَیْفَ اَصْبَحْتَ اے رفیقِ باصفا**

ایک دن صبح کے وقت حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت زید سے فرمایا کہ اے میرے جاں نثار صحابی تم نے صبح کس حال میں کی

**گفت عَبْدًا مُّؤْمِنًا باز اوش گفت (۲) گو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت**

عرض کی کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مومن ہوں، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر ایمان کے باغ کی کلیاں کھلی ہیں، تو اس کی نشانیاں بیان کرو۔

**گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں (۳) من بہ بینم عرش را با عرشیاں**

عرض کیا جس طرح مخلوق آسمان کو دیکھتی ہے، اسی طرح میں عرش کو عرشیوں یعنی فرشتوں کے ساتھ دیکھتا ہوں

**ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من (۴) ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن**

آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے ایسی ہیں جیسے پجاری کے سامنے بت

**کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست (۵) پیشِ من پیدا چو مور و ماہی ست**

جنتی اور دوزخی مجھ پر ایسے ظاہر ہیں، جیسے آنکھ والے کے سامنے چیونٹی اور مچھلی

**ہیں بگویم یا فرو بندم نفس (۶) لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس**

حضور مجھے اجازت دیں تو بیان کر دوں یا حکم ہو تو خاموش ہو جاؤں۔ پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کہ بس جو لوگ حضور کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں وہ آئیں اور دیکھیں کہ دربارِ رسالت کے فیض یافتہ حضرت زید غیب کی خبریں بتا رہے ہیں۔

# وَلی اور علمِ غیب

(از دفتر چہارم)

**آں شنیدی داستانِ بایزید (۱) کو زِحالِ بوالحسن پیشیں چہ دِید**

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کا واقعہ تم نے سنا؟ کہ آپ نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال کتنا پہلے دیکھ لیا ——— ایک دن حضرت مریدوں کے ہمراہ جنگل کی سیر کے لیے نکلے۔

**بُوئے خوش آمد مَرا اُورا ناگہاں (۲) دَر سَوادِ رَے زِسُوئے خارقاں**

اچانک شہر رے کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انہیں خوشبو معلوم ہوئی۔ اس خوشبو سے حضرت اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا کبھی سفید۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور کیا معاملہ ہے کہ حضرت کے چہرہ کا رنگ میں بدلتا ہوا پاتا ہوں۔

**گُفت زیں سو بُوئے یارے می رَسد (۳) کاندریں دِہ شہریارے می رَسد**

آپ نے فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ اس دیہات میں ایک بہت بڑا بادشاہ عنقریب تشریف لانے والا ہے

**بعد چندیں سال می زاید شہے (۴) می زَنَد بر آسمانہا مَرگہے**

اتنے سال بعد ایک ایسا بادشاہ پیدا ہوگا جو اپنی آرام گاہ آسمانوں پر بناتے گا

**چیست نامش گفت نامش بوالحسن (۵) حِلیہ اش وَاگفت زابرو تا ذقن**

کسی نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا ان کا نام ابوالحسن ہے، پھر سر سے لے کر پاؤں تک ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا



**قدِّ اُو، وحدِ او، و شکلِ اُو (۷) یک بیک وَاگفت از گیسو و رُو**

ان کے قد، حد، شکل و صورت اور بال وغیرہ کی حالتوں کو بالتفصیل بیان فرمایا۔ حضرت کے بیان کے مطابق ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں نے نوٹ کرلیا۔

**چوں رسید آں وقت واں تاریخ راست (۸) زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت خاست**

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد جب وہ وقت اور وہی تاریخ آئی، تو خرقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش سے برسوں پہلے ان کے بارے میں بہت سی غیبی باتوں کی خبر دی۔ ان غیبوں کا حال حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کیسے معلوم ہوا تو اس کا جواب حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ دیتے ہیں کہ لوحِ محفوظ میں قیامت تک کے ایک ایک غیبی امور لکھے ہوتے ہیں اور لوحِ محفوظ اولیاء کی نگاہ کے سامنے رہتا ہے اسی لوحِ محفوظ سے اولیاء کرام غیبی باتوں کی خبر دیتے ہیں، چنانچہ آگے فرماتے ہیں،

**لَوحِ محفوظ ست پیشِ اولیاء (۹) از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا**

لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کی نظروں کے سامنے ہے اور وہ لوحِ محفوظ ایسا ہے جو ہر غلطی سے محفوظ ہے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سنِ بلوغ کو پہنچے، تو لوگوں نے ان سے بیان کیا کہ حضرت بایزید فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن میرا مرید ہوگا اور میری قبر پر آکر مجھ سے فیض حاصل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی مضمون کا خواب دیکھا ہے، چنانچہ

**ہر صَباحے رو، نہادے سُوئے گور (۱۰) ایستادے تا ضُحیٰ اندر حُضور**

روزانہ صبح کے وقت حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک کے پاس تشریف لے جاتے اور چاشت کے وقت تک قبر کے سامنے کھڑے رہتے۔

تامثالِ شیخ پیشش آمدے (۶) تا کہ بے گفتے شکالش حل شدے

یہاں تک کہ شیخ کی شکل ان کے سامنے آتی اور بغیر کہے ہوئے ان کی مشکل حل ہو جاتی

تا یکے روزے بیامد باسُعود (۷) گور ہارا برفِ نو پوشیدہ بود

پھر ایک روز سعادت مندی کے ساتھ تشریف لائے تو دیکھا کہ قبریں برف سے چھپی ہوئی ہیں
آپ بہت پریشان ہوئے، اس لیے حضرت کی قبر کو پہچان نہ سکے

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَی (۸) ھَا اَنَا اَدْعُوکَ کَیْ تَسْعیٰ اِلَیّ

اچانک بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک سے جو حقیقت میں زندہ تھے، آواز آئی کہ
میں تمہیں پکارتا ہوں تاکہ تم میری طرف جلد آؤ

# پیر اور مُرید

(از دفتر اوّل)

گفت پیغمبر علی را کائے علی (۱) شیرِ حقی، پہلوانے، پُر دلی

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ارشاد فرمایا اے علی تم خدا کے شیر اور بہادر پہلوان ہو

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید (۲) اندر آ در سایۂ نخلِ اُمید

لیکن اپنی بہادری پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرنا آؤ کسی درخت اُمید کے سایہ میں داخل ہو جاؤ

ہر کسے کز طاعتے پیش آورند (۳) بہر قربِ حضرتِ بیچوں وچند



جو لوگ اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو زمان و مکان سے پاک
ہے، اس کا قرب حاصل ہو جائے۔

یا علی از جملۂ طاعاتِ راہ (۴) برگزیں تو سایۂ خاصِ الہٰ

اے علی! جملہ طاعتیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے سلسلے میں کرتے ہو اگر ان سے کامیابی حاصل
کرنا چاہتے ہو تو کسی خاص بندۂ خدا کا سایہ اختیار کر لو

ہر کسے در طاعتے بگریختند (۵) خویشتن را مخلصے انگیختند

جس شخص نے طاعت اختیار کی، اس نے اپنے لیے ایک مخلص ضرور پیدا کیا

تو برو در سایۂ عاقل گریز (۶) تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز

تم بھی جا کر کسی عاقل کے سایہ میں پناہ پکڑو تب چھپے ہوئے دشمن یعنی نفس سے رہائی پاؤ گے

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو (۷) ہمچو موسیٰ زیرِ حکمِ خضر رو

جب تمہیں پیر مل جائے تو خبردار اس کی نافرمانی نہ کرنا، بلکہ اس کا غلام بن کر رہنا اور جس طرح حضرت
موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے حکم پر چلتے تھے، ویسے تم بھی کرنا

پس تقرب جو بدو سُوئے الٰہ (۸) سر مپیچ از طاعتِ او ہیچ گاہ

پس اس کے وسیلہ سے تم اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرو اور کسی وقت اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو

زاں کہ او ہر خار را گلشن کند (۹) دیدہ ہائے کور را روشن کند

اس لیے کہ وہ ہر خار کو گلشن بنا دیتا ہے اور اندھے کو انکھیارا کر دیتا ہے

دستگیر و بندۂ خاص الٰہ (۱۰) طالباں را می بردتا پیش گاہ

وہ اللہ والا ہے۔ لوگوں کی دستگیری کرتا ہے اور طالبانِ حقیقی کو صدرِ مجلس یعنی قربِ الٰہی تک پہنچاتا ہے۔

گر بگویم تا قیامت نعتِ اُو (۱۱) ہیچ اُورا غایتُ و مَقطع مجو

اگر میں قیامت تک اس کی تعریف کروں تو بھی اس کی تعریف ختم نہ ہوگی

دَر بشر رُوپوش گشتست آفتاب (۱۲) فہم کُن وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

تمہارے سمجھنے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ وہ ایک روشن آفتاب ہے جو لباسِ بشری اختیار کیے ہوتے ہے۔ وَاللہ اعلم بالصواب۔

دَست اُوراحق چو دستِ خویش خواند (۱۳) تا یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیہِم براند

اس کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کہا، یعنی آیتِ کریمہ یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیہِم کو نازل فرماکر دنیا والوں کو بتا دیا کہ میرے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کو مجھ سے اتنا قرب ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔

یار بایدراہ را تنہا مَرَو (۱۴) وز سرِ خود اندریں صحرا مشو

خبردار! اس راہ میں ساتھی کے بغیر تنہا مت چلنا اور اپنی خود سری سے اس صحرا میں قدم ہرگز مت رکھنا۔

ہر کہ تنہا تادریں رَہ را بُرید (۱۵) ہم بعَونِ ہمتِ پیراں رَسید

اگر کوئی تنہا اس راہ میں چلا، تو وہ پیروں کی باطنی توجہ کی مدد سے منزل پہ پہنچا



یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی تنہا چلا، تو پھر پیروں کی مدد کیسے ہوگی؟ اس شبے کو حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ یوں زائل فرماتے ہیں:

دَستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست (۱۶) دَستِ اُو جز قبضۂ اللہ نیست

شیخِ کامل کا ہاتھ غائبین سے دور نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ ہی کی طاقت ہے۔

غائباں را چُوں چنیں خلعت دہند (۱۷) حاضراں از غائباں لاشک بہند

یہ لوگ جب غائبوں کو ایسی خلعت عطا فرماتے ہیں، تو حاضر بہرحال غائب سے بہتر ہیں

غائباں را چوں نوالہ می دہند (۱۸) پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند

جب وہ غائبوں کو لقمہ تر سے نوازتے ہیں، تو پھر قیاس کرلو کہ مہمانوں کو کیسی کیسی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں گے۔

چُوں گزیدی پیر نازک دل مباش (۱۹) سُستُ و ریزیدہ چوں آب و گل مباش

اور یہ بھی تجھ سے کہے دیتا ہوں کہ جب تو پیر اختیار کرے، تو پھر نازک دل سست اور ان لوگوں کی طرح گرپڑا جو محض آرام طلب اور بالکل آب و گل ہیں، مت رہنا بلکہ مستعد الخدمت ہوجانا۔

ور بہر زخمے تو پُر کینہ شوی (۲۰) پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اور اگر تو چھوٹے چھوٹے زخم سے پُرکینہ ہوجائے گا، تو کامیابی نہ ہوگی، اس لیے کہ بغیر صیقل کے تو آئینہ نہیں بن سکے گا۔

---

# انسان کے بھیس میں شیطان

(از دفترِ اوّل)

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست (۱) پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے شیطان انسان کی شکل میں ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں بیعت کے لیے ہاتھ نہ دینا چاہیے
شیطانوں نے انسانی شکل کیوں اختیار کی ؟ اس کا جواب حضرت مولانا روم
علیہ الرحمہ ہی کی زبان سے سنیے :

زاں کہ صیاد آورد بانگِ صفیر (۲) تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر

اس لیے کہ شکاری چڑیوں کو پھانسنے کے لیے، ہو بہو انہیں کی بولی بولتا ہے

بشنود آں مرغ بانگ جنسِ خویش (۳) از ہوا آید بیابد دامِ پیش

جب وہ چڑیاں اپنے ہم جنس کی آواز سنتی ہیں، تو ہوا سے اتر آتی ہیں اور دھوکے سے جال
میں پڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ انسانی شکل کے شیطان لمبے کرتے اور گھٹنے پاجامے
پہن کر، نماز روزے کا نام لے کر اور اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ لگا کر لوگوں کو اپنے دامِ فریب
میں لے آتے ہیں۔

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست (۴) کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی ست

بزرگانِ دین کا کام قلب میں روشنی اور حرارت عشقِ الٰہی پیدا کرنا ہے اور ان کمینوں کا کام بے حیائی
اور مکر و فریب سے پیٹ پالنا ہے۔



# مٹی کی چڑیا

(از دفترِ اوّل)

ہُود گردِ مومناں خطے کشید (۱) نرم می شد باد کانجا می رسید

قومِ عاد پر جب ہوا کا عذاب آنا شروع ہوا تو حضرت ہود علیہ السلام نے مومنوں کے گرد ایک
لکیر کھینچ دی کہ ہوا وہاں پہنچ کر نرم اور ہلکی ہو جاتی تھی۔

ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را (۲) پارہ پارہ می شکست اندر ہوا

اور جو لوگ کہ اس لکیر کے باہر تھے۔ ان تمام لوگوں کو ہوا اڑا کر لے جاتی اور زمین پر گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی

ہم چنیں شیبانِ راعی می کشید (۳) گرد بر گرد رمہ خطے پدید!

چوں بجمعہ می شد او بہرِ نماز (۴) تا نیارد گرگ آں جا ترک تاز

اسی طرح حضرت شیبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بکریاں چراتے تھے۔ جب نماز کے لیے جمعہ کے
دن تشریف لے جاتے تو اپنے ریوڑ کے گرد ایک خط کھینچ دیتے تھے تاکہ بھیڑیے ان کی بکریوں پر حملہ نہ کر سکیں

ہیچ گرگے در نرفتے اندر آں (۵) گوسپندے ہم نہ گشتے زاں نشاں

کوئی بھیڑیا اس لکیر کے اندر نہ آتا اور کوئی بکری بھی اس نشان سے باہر نہ جاتی۔
معلوم ہوا کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ طاقت بخشی ہے
کہ زمین پر لکیر کھینچ کر وہ دیوار اور قلعہ کا کام لے سکتے ہیں۔

باد حرصِ گرگ و آزِ گوسفند (۶) دائرہٴ مردِ خدا را بود بند

بھیڑیے کے اندر گھسنے کے لالچ اور بکری کے باہر جانے کی خواہش کو اس مردِ خدا کے دائرے کی ہولناکی نے روک رکھا تھا۔
یہی حال اولیائے کرام کا ہے جو دائرہ شریعت و طریقت میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ نہ تو نفسِ امّارہ کا بھیڑیا اس کے پاس پہنچتا ہے اور نہ ان کی قوّتِ بہیمیہ دائرہ شریعت سے خارج ہوتی ہے اور وہ امن کے ساتھ حصارِ خداوندی میں بیٹھے ہوتے ہیں۔

**آتشِ ابراہیم را دنداں نہ زد (۷) چوں گزیدہ حق بُود چونش گزد**

آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا اور جلاتی کیسے؛ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور برگزیدہ اولوالعزم نبی تھے

**آتشِ شہوت نہ سوزد اہلِ دیں (۸) باغیاں را بُردہ تا قعرِ زمیں**

جس طرح آگ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا، اسی طرح شہوت کی آگ دینداروں کو نہیں جلاتی مگر اللہ تعالیٰ اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کو دوزخ تک پہنچاتی ہے۔

**موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت (۹) اہلِ موسیٰ را ز قبطی وا شناخت**

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریائے نیل کی موج نے حملہ کیا، تو وہ دونوں قوموں کو پہچانتی تھی، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کو چھوڑ کر اس نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔

**خاکِ قاروں را چوں فرماں دررسید (۱۰) با زر و تختش بہ قعرِ خود کشید**

زکوٰۃ نہ دینے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کے سبب جب قارون کے بارے میں زمین کو حکم ملا تو اس نے قارون کو اس کے مال و اسباب کے ساتھ اندر کھینچ لیا۔

**آب و گِل چوں از دمِ عیسیٰ چرید (۱۱) بال و پر بکشاد مرغ شُد پدید**

پانی سے گوندھی ہوئی مٹی میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھونک ماری تو وہ بال و پر کھول کر چڑیا ہو گئی



اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے؛
اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (پ ۳ ع ۱۳)
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی شکل صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو مٹی کی چڑیا بنا کر اسے زندگی بخش دینے کا اختیار دیا ہے

# ٹیڑھا پن

(از دفترِ دوم)

**ماہِ روزہ گشت در عہدِ عُمر (۱) بر سرِ کوہے دویدند آں نفر**

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں رمضان شریف کا مہینہ آیا تو لوگ چاند دیکھنے کے لیے ایک پہاڑ پر گئے

**تا ہلالِ روزہ را گیرند فال (۲) آں یکے گفت اے عمر اینک ہلال**

تاکہ رمضان شریف کے چاند سے اچھا شگون حاصل ہو۔ جب پہاڑ پر لوگوں کی نظریں آسمان کی طرف اٹھیں، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اے عمر! دیکھئے وہ چاند نکلا ہے۔ تو آپ نے بغور دیکھا، مگر چاند نظر نہ آیا۔

**چوں عُمر بر آسماں مہ را نہ دید (۳) گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید**

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاند کو آسمان پر نہیں دیکھا، تو اس سے فرمایا کہ چاند آسمان پر نہیں ظاہر ہوا ہے، بلکہ تیرے خیال سے پیدا ہوا ہے۔

**گفت ترکن دست و برابرو بمال (۴) آنگہاں تو برنگر سوئے ہلال**

اور کہا کہ اپنے ہاتھ کو ترکر اور ابرو پر مل پھر اس کے بعد چاند کی طرف دیکھ

**چونکہ او ترکرد ابرو مہ نہ دید (۵) گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید**

تو جب اس نے اپنے ہاتھ کو ترکیا اور ابرو کو ملا، تو چاند کو کہیں نہ دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ چاند نہیں ہے، چھپ گیا۔

**گفت آرے موئے ابرو شد کمال (۶) سوئے تو افگند تیرے از گماں**

آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا۔ تیرا ابرو کمان کی طرح ہو گیا تھا، تو اس نے تیری طرف گمان کا تیر پھینکا جس کو تو نے چاند سمجھ لیا ہے۔

اس واقعہ کے نتیجے میں حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

**چوں یکے مو کژ شد از ابروئے او (۷) شکل ماہِ نو نمود آں موئے او**

**موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود (۸) چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود**

جب ایک بال اس کے ابرو کا ٹیڑھا ہو کر چاند کی شکل کا معلوم ہونے لگا اور آسمان کا پردہ بن گیا جس کی وجہ وہ شخص حقیقت سے واقف نہ ہو سکا تو تیرے دل کی کجی کے سبب جب تیرے تمام اجزا ٹیڑھے ہیں تو غور کر، اس کا نتیجہ کتنا خراب ہوگا۔

چنانچہ پارہ ۲۸ رکوع ۱۲ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

یعنی اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے عزت ہے اور لیکن منافقین نہیں جانتے۔

اور پارہ ۱۸ رکوع ۱۵ میں یوں ہے:



لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝

جس کا یہ مطلب ہوا کہ اے لوگو! جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو، اس طرح ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پکارو۔

اور پارہ ۲۶، رکوع ۱۲ میں یوں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے رسول میری بارگاہ میں ایسے معزز ہیں کہ اگر تم ان کی آواز پر اپنی آواز بلند کروگے اور ان کے سامنے چلا کر بات کروگے تو ہم تمہارے تمام اعمال اکارت کردیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

لیکن قرآن پاک کی یہ حقیقتیں بعض لوگوں کو ان کے دل کی کجی کے سبب نظر نہ آئیں اور اپنا یہ عقیدہ بنا لیا: "تمام انبیاء کرام اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

حالانکہ قرآن کریم پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے مراتب تو بہت ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن بھی عزت والا ہے۔ وہ لوگ اگر اس کجی کو دور کرنا چاہیں، تو حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ اس کا علاج بھی بتا رہے ہیں:

**راست کن اجزات را از راستاں (۹) سر مکش اے راست رو زاں آستاں**

اے صراطِ مستقیم پر چلنے کی خواہش رکھنے والو! انبیائے کرام، اولیائے عظام اور علمائے اہل سنت سے اپنے دل کو سیدھا کر لو اور ان کے آستانوں سے سرکشی مت کرو، بلکہ غلام بن کر ان کے آستانوں پر سر جھکا دو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

# دُعا کا اثر

(از دفتر دوم)

**زاہدے بُد درمیانِ بادیہ (۱) دَر عبادت غرق چُوں عُبّادیہ**

ایک زاہد جنگل میں بڑے بڑے عابدوں کی طرح عبادت میں غرق تھا

**حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد (۲) دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد**

کچھ حاجی شہروں سے سفر کرتے ہوتے وہاں پہنچے تو ان کی نظر اس زاہد خشک پر پڑی
مولانا روم علیہ الرحمہ نے اس کو زاہد خشک کہا اور زاہد خشک ہونا چونکہ عیب ہے، اس لیے اس شبہ کو یُوں زائل فرمایا،

**جائے زاہد خشک بود او تر مزاج (۳) از سموم بادیہ بودش علاج**

زاہد تو خشک نہ تھا بلکہ تر مزاج تھا، ہاں جگہ اس کی خشک ضرور تھی اور جنگل کی گرم ہوا گویا اس کے تر مزاج کا علاج تھی۔

**حاجیاں حیراں شدند از وحدتش (۴) او سلامت دَرمیان آفتش**

حاجی لوگ اس کی تنہائی اور پھر ایسی آفت میں اس کی سلامتی کو دیکھ کر حیران اور دنگ رہ گئے

**دَر نماز استادہ بُد بر رُوئے ریگ (۵) ریگ کز تفتش بجوشد آبِ دیگ**

جس ریت پر کھڑے ہوکر وہ نماز پڑھ رہا تھا، ایسی گرم تھی کہ اگر اس پر دیگ کو رکھ دیا جاتا، تو اس کا پانی کھولنے لگتا۔



**ایستادہ تازہ رُو اندر نماز (۶) با خشُوع و با خضُوع و با نیاز**

مگر وہ زاہد شگفتہ اور تازہ رو ہو کر انتہائی نیازمندی اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا

**پس بماندند آں جماعت با نیاز (۷) تا شود درویش فارغ از نماز**

جب حاجیوں کی جماعت نے یہ حال دیکھا تو اس زاہد سے انہیں عقیدت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ یہ لوگ اس کے نماز سے فارغ ہونے تک ٹھہرے رہے۔

**چُوں زِ استغراق باز آمد فقیر (۸) زاں جماعت زندہ رُوشن ضمیر**

**دید کاں بش می چکد از دست و رُو (۹) جامہ اش تر بود زِ آثارِ وضو**

جب وہ فقیر اپنے استغراق یعنی نماز سے فارغ ہوا تو حاجیوں کی ایک جماعت میں ایک زندہ اور روشن ضمیر شخص نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ اور چہرے سے پانی ٹپک رہا تھا اور اس کا کپڑا آثارِ وضو سے تر تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، گویا اس نے ابھی وضو کیا ہے۔

**پس بپُرسیدش کہ آبت از کجاست (۱۰) دَست را بَرداشت کز سُوئے سماست**

پس اس روشن ضمیر نے اس فقیر سے دریافت کیا کہ تیرے جسم پر پانی کے آثار کہاں سے آتے ہیں؟ تو اس نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کہ آسمان کی جانب سے۔
اب قافلہ کے بہت سے حاجی اس فقیر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے اور سب نے بیک آواز ہو کر کہا کہ ہم لوگ پانی کے لیے سخت پریشان ہیں، آپ بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرمائیں

**چشم را بکشود سُوئے آسماں (۱۱) کہ اَجابت کُن دُعائے حاجیاں**

حاجیوں کی گزارش پر فقیر نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ اے رب العالمین! تو ان کی دعاؤں کو قبول فرما لے

**اے نمودہ تو مکاں از لامکاں (۱۲) فی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ کردہ عیاں**

اے خدائے دو جہاں! تو نے اپنا مکان لامکان میں ظاہر کیا ہے اور ہمارے رزق کو آسمان میں معین کیا ہے؛ جیسا کہ قرآن کریم میں خود فرمایا، وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ یعنی تمہارا رزق آسمان میں ہے۔

فقیر یہ مناجات کر ہی رہا تھا کہ ابر نے جنگل کو گھیر لیا اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ریگستان سیراب ہو گیا اور حاجی لوگوں نے اپنے مشک بھی بھر لیے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ اس بارش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں،

**ایں عجائب در بیاباں رو نمود (۱۳) ابر چوں مشکے دہن را بر کشود**

فقیر کی یہ کرامت اس جنگل کے اندر اس طرح ظاہر ہوئی کہ بادل سے مشک کے منہ کی طرح پانی گرتا تھا۔

**یک جماعت زاں عجائب کارہا (۱۴) می بریدند از میاں زنّارہا**

کافروں کی ایک جماعت نے اس کرامت کو دیکھ کر زنار یعنی جنیو کو توڑ دیا اور اسلام لے آئی۔ (۱۵)

**قومِ دیگر را یقیں اَزْ اَزْدِیاد**

**زیں عجب وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد**

اور قوم مسلم کا یقین اس کرامت سے اور بھی بڑھ گیا، یعنی پہلے اولیائے کرام کے اختیارات و کرامات کو سنا کرتے تھے، لیکن اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو گیا۔



# ایک عجیب شیر

(از دفترِ اول)

**ایں حکایت بشنو از صاحب بیاں (۱) در طریق عادتِ قزوینیاں**

قزوین جو ملکِ ایران کا ایک مشہور شہر ہے، وہاں کے لوگوں کی عادت و اطوار کے بارے میں ایک بیان کرنے والے سے یہ واقعہ سنو،

**بر تن و دست و کتفہا بے درنگ (۲) می زنند از صورتِ شیر و پلنگ**

کہ وہ جسم اور ہاتھ وغیرہ پر شیر اور دوسرے ہیبت ناک درندوں کی صورت بلا تکلف بنواتے تھے

**بر چناں صورت پیاپے بے گزند (۳) از سرِ سوزن کبودیہا زنند**

وہ لوگ اس قسم کی صورت بے فکری کے ساتھ پے در پے سوئی سے نیلگوں گودواتے تھے

**سوئے دلاکے بشد قزوینیے (۴) کہ کبودم زن بِنہ شیرینیے**

ایک قزوینی ایک دلاک یعنی گودنہ گودنے والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ سے کچھ مٹھائی لے کر میرے جسم پر گودنہ گود دو

**گفت چہ صورت زنم اے پہلواں (۵) گفت بر زن صورتِ شیرِ ژیاں**

اس نے کہا کہ اے پہلوان کس چیز کی شکل بناؤں، تو قزوینی نے کہا کہ غضب ناک شیر کی شکل بنا دے

**گفت بر چہ موضعت صورت زنم (۶) گفت بر شانہ گہم زن آں رقم**

دلاک نے کہا کہ شیر کی شکل تیرے جسم پر کس جگہ بناؤں، تو قزوینی نے کہا کہ میرے بازو پر بنا دے

تا شود پشتم قوی در رزم و بزم (۷) با چنیں شیر ژیاں در عزم جزم

تاکہ ایسے غضب ناک شیر سے میری پیٹھ پر ارادۂ قطعی اور رزم و بزم میں قوی اور مضبوط رہے

چوں کہ او سوزن فرو کردن گرفت (۸) درد آں در شانہ گہ مسکن گرفت

دلاک نے جب سوئی چبھوئی، تو قزوینی کی پیٹھ میں سخت درد پیدا ہوا

پہلواں در نالہ آمد کائے سنی (۹) مر مرا کشتی چہ صورت می زنی

پہلوان چلّانے لگا کہ اے بلند اخلاق، میں تو مرا جاتا ہوں، تو کس چیز کی شکل بناتا ہے

گفت آخر شیر فرمودی مرا (۱۰) گفت از چہ عضو کردی ابتدا

دلاک نے کہا کہ آخر شیر کے بارے میں تونے کیا کہا تھا، وہی تو میں بنا رہا ہوں۔ پہلوان نے کہا شیر کے کس عضو کو تونے پہلے بنانا شروع کیا ہے۔

گفت از دُم گاہ آغازیدہ ام (۱۱) گفت دُم بگذار اے دو دیدہ ام

دلاک نے کہا دم یعنی پونچھ کی جگہ سے شروع کیا ہے۔ اس نے کہا اے میرے پیارے دم کو چھوڑ دے

از دُم و دُم گاہ شیر دُم گرفت (۱۲) دُمگہِ او دُمگہم محکم گرفت

اس کی دم اور دم گاہ سے تو میرا دم ایسا گھٹ گیا کہ میں مرا جاتا ہوں اور اس کی گاہ نے خود میری دم گاہ کو سختی میں ڈال دیا ہے۔

شیر بے دُم باش گو اے شیر ساز (۱۳) کہ دلم سستی گرفت از زخمِ گاز

اے شیر بنانے والے دم مت بناؤ، خواہ شیر بغیر دُم ہی کا رہے، اس لیے کہ میرا دل سوئی کے زخم سے



سست ہونے لگا، یعنی بے ہوشی طاری ہونے لگی ۔

جانبِ دیگر گرفت آں شخص زخم (۱۴) بے محابا بے مواسائی و رحم

دلاک بے دھڑک بے رعایت اور بے رحمی کے ساتھ دوسری طرف زخم لگانے لگا

بانگ زد او ایں چہ اندام است ازو (۱۵) گفت ایں گوش است اے مرد نکو

پہلوان پھر چلّانے لگا کہ یہ شیر کے جسم کا کون سا حصہ ہے؟ اس نے کہا کہ اے بھلے آدمی! یہ اس کا کان ہے

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام (۱۶) گوش را بگذار و کوتہ کن کلام

اس نے کہا کہ اے دلاک تو اپنی باتیں کم کر، خبردار اس شیر کے کان نہ ہوں، میں کہے دیتا ہوں کہ تو کانوں کو چھوڑ دے

جانبِ دیگر خلش آغاز کرد (۱۷) باز قزوینی فغانے ساز کرد

پھر اس نے دوسری طرف سوئی چبھونا شروع کی تو قزوینی پھر چلّانے لگا اور کہا

کیں سوم جانب چہ اندام است نیز (۱۸) گفت اینست اشکمِ شیر اے عزیز

کہ یہ تیری جانب شیر کے بدن کا کون سا حصہ ہے۔ اس نے کہا کہ اے عزیز! یہ شیر کا پیٹ ہے

گفت گو اشکم نباشد شیر را (۱۹) تا نہ باشد دردِ من بے منتہا

اس نے کہا خواہ شیر بغیر پیٹ ہی کا رہے، تم پیٹ نہ بناؤ تاکہ میرے جسم کا درد بے انتہا نہ ہو جائے

درد افزوں گشت کم زن زخم ہا (۲۰) خود چہ اشکم شیر را بہرِ خدا

درد بہت ہونے لگا ہے، خدا کے واسطے زخم لگا۔ کیا شیر کے لیے پیٹ ہونا کوئی ضروری ہے؟ رہے یا نہ رہے۔

خیرہ شد دلاک بس حیراں بماند (۲۱) تا بدیرا انگشت در دنداں بماند

دلاک بہت متعجب ہوا اور حیران ہوکر دیر تک دانت میں انگلی دبائے رکھی۔

بر زمیں زد سوزن از خشم اوستاد (۲۲) گفت در عالم کسے را ایں فتاد

اور اس استاد نے غصہ سے سوئی کو زمین پر پٹک دیا اور کہا کیا دنیا میں کسی کو ایسا اتفاق پڑا

شیر بے گوش و دم و اشکم کہ دید (۲۳) ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید

کہ شیر بغیر کان، بغیر دم اور پیٹ کے دیکھا ہو۔ ایسا شیر تو خدا نے خود پیدا نہیں فرمایا ہے

جس طرح یہ قزوینی پہلوان چاہتا تھا کہ اس کی پیٹھ پر شیر کی شکل بن جائے خواہ اس شیر کے پیٹ، پیٹھ، سر اور دم رہے یا نہ رہے: اسی طرح آج کل مغربی تہذیب کے دلدادہ یہ چاہتے ہیں کہ خواہ وہ خدا اور رسول کی باتوں کا استہزاء و مذاق کریں یا ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کریں یا انبیائے کرام علیہم السلام کو موجودہ زمانے کے سائنس داں سے حقیر و ذلیل سمجھیں اور ان کو اپنے جیسا مجبور اور بندۂ عاجز جانیں یا قرآن و حدیث کے قوانین کو موجودہ زمانے کے لیے ناقص کہیں اور جنت کا مذاق اڑائیں، مگر وہ مسلمان بنے رہیں، انہیں کوئی کافر ملحد اور بے دین نہ کہے۔

اسی طرح آج کل کے مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ چاہے وہ خدا اور رسول کی فرمانبرداری نہ کریں اور ان کے دشمنوں، ملحدوں اور بے دینوں سے شیر و شکر کی طرح ملے رہیں، نماز نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں، صاحبِ نصاب ہوکر زکوٰۃ نہ ادا کریں، بلکہ خود کھا جائیں اور سود کا لین دین کریں، لیکن وہ نیک اور صالح مسلمان بنے رہیں: انہیں کوئی حرام خور اور برا نہ سمجھے۔

اور اسی طرح موجودہ زمانے کے وہابی یہ چاہتے ہیں کہ خواہ وہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کریں یا ان کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں جیسا علم بتائیں اور ہر مخلوق یعنی انبیائے کرام و اولیائے عظام وغیرہم کو اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر سمجھیں؛ حتیٰ کہ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن جانیں، مگر اعلیٰ درجہ کے مومن بنے رہیں اور انہیں کوئی گمراہ و بدمذہب نہ کہے۔



# ایک عورت اور ایمان کی پختگی

(از دفتر اول)

یک شہ دیگر ز نسلِ آں جہود (۱) در ہلاکِ دینِ عیسیٰ رو نمود

اس یہودی کی نسل سے (جس کا ذکر برکت نامِ مصطفیٰ کے تحت لکھا گیا ہے) ایک دوسرے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو تباہ کرنا چاہا، تو اس نے ایک خندق کھدوا کر اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو عیسائی اپنے دین سے نہ پھرے، اسے اس آگ میں ڈال دیا جائے۔

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج (۲) سورۂ بر خواں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ

اگر تم اس دوسرے بادشاہ کی دشمنی سے واقف ہونا چاہتے ہو تو تیسویں پارہ کی سورۂ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ کی آیتِ کریمہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ الخ کی تفسیر کا مطالعہ کرو۔

آں جہود سگ ببیں چہ رائے کرد (۳) پہلوئے آتش بتے برپائے کرد

اس کتے صفت یہودی بادشاہ کی خباثت دیکھو کہ اس نے مشورہ کرکے آگ کے پاس ایک بت رکھا

کانکہ ایں بت را سجود آرد برست (۴) ورنہ آرد در دلِ آتش نشست

اور کہا کہ جو شخص اس بت کو سجدہ کرے گا چھٹکارا پائے گا اور جو نہیں کرے گا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا

یک زنے با طفل آورد آں جہود (۵) پیشِ آں بت و آتش اندر شعلہ بود

وہ یہودی بادشاہ بچہ والی ایک عورت کو اس بت کے پاس لایا اور آگ اس وقت خوب بھڑک رہی تھی

گفت اے زن پیش ایں بت سجدہ کن (۶) ورنہ در آتش بسوزی بے سخن

پھر بادشاہ نے کہا۔ اے عورت! تو اس بت کو سجدہ کر، ورنہ بلاشبہ تو اس آگ میں جلا دی جائے گی

بُود آں زن پاک دینُ و مومِنہ (۷) سَجدہ آں بُت نہ کرد آں مؤقِنہ

وہ عورت چونکہ ایمان و ایقان اور سچے دین والی تھی؛ اس لیے اُس نے اس بُت کو سجدہ نہیں کیا

طِفل از وِ بستاند دَر آتِش فگند (۸) زَن بترسید و دل از ایماں بِکَند

بادشاہ نے بچّہ کو عورت کی گود میں سے چھین کر آگ میں ڈال دیا۔ عورت بہت زیادہ ڈر گئی اور اس کا دل ایمان سے اُکھڑنا چاہا۔

خواست اُو تا سجدہ آرد پیشِ بُت (۹) بانگ زد آں طفل کَاِنِّی لَمْ اَمُتْ

عورت نے چاہا کہ وہ بُت کو سجدہ کرے، تو بچّے نے آواز دی کہ اے اَمّاں! تم ایسا ارادہ ہرگز نہ کرو، میں مرا نہیں ہوا

اندر آ مادر کہ مَن ایں جا خوشم (۱۰) گرچہ دَر صُورت مِیانِ آتِشم

اے ماں! اگرچہ بظاہر میں آگ کے اندر ہوں، لیکن یہاں خوش ہوں۔ لہٰذا تو بھی اندر چلی آ

قُدرت آں سَگ بدیدی اندرآ (۱۱) تا بہ بینی قُدرتِ فَضلِ خدا

تو نے اس دنیا کے کُتّے کی قدرت دیکھ لی، اب اندر چلی آ تاکہ قدرتِ خداوندی بھی ملاحظہ کر لے

مادرش انداخت خود را اندرو (۱۲) دَست اُو بگرفت طِفلِ مِہرخو

ماں نے جب اس قسم کی گفتگو بچّہ سے سنی، تو وہ خود ہی آگ کے اندر کود پڑی۔ بچّہ نے محبت سے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔

مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت (۱۳) دَر وَصفِ لُطفِ حَق سُفتن گرفت



جب وہ عورت آگ کے اندر پہنچ گئی، تو خدا تعالیٰ کے لطف و کرم کی تعریفیں کرنے لگی اور بچّہ کی طرح لوگوں سے مخاطب ہوئی

نعرہ می زد خلق را کائے مردماں (۱۴) اندر آتش بنگرید ایں بوستاں

نعرہ مار کر کہتی تھی کہ اے لوگو! آگ کے اندر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ہمارے لیے گلزار بنا دیا ہے

# خُدا تعالیٰ کی تلاش

(از دفتر چہارم)

خُفتہ بر آں شہ شبانہ بر سَریر (۱) حَارساں بر بَام بہرِ دَار و گیر

وہ بادشاہ یعنی حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات کے وقت تخت پر سوئے ہوتے تھے اور پاسبانِ شاہی پھاٹک پر پکڑنے کیلئے موجود تھے تاکہ کوئی اندر نہ جاسکے۔

بر سرِ تختے شُنید آں نیک نام (۲) طقطقے و ہائے و ہوئے شب زبام

تخت پر لیٹے ہوئے آپ نے کوٹھے پر رات کے وقت کھٹ پٹ کی آواز اور شور و غُل سُنا

گامہائے تند بر بامِ سَرا (۳) گُفت با خود کایں چُنیں زہرا کرا

شاہی بالاخانے پر بہت زور سے قدم کی آواز سنی، تو اپنے دل میں کہنے لگے کہ اتنی مجال کس کی ہے کہ شاہی محل کے کوٹھے پر اس طرح رات میں بے دھڑک پھر سکے۔

بانگ زد بَر بامِ قصر آں دم کہ کیست (۴) ایں نباشد آدمی مانا پریست

اُسی وقت محل کے کوٹھے پر آواز دی کہ کون ہے؟ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد پھر کہا کہ یہ آنے والا آدمی نہیں، شاید جن ہے۔

سر فرو کردند قومے بُوالعجب (۵) ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب

ایک عجیب قوم یعنی فرشتوں نے سر جھکا کر کہا کہ ہم تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں (۶) گفت اشتر بام بر کہ جُست ہاں

حضرت ابراہیم بن ادہم نے دریافت کیا کہ کیا ڈھونڈھ رہے ہو؟ تو وہ بولے کہ اونٹ ڈھونڈھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ارے اونٹ کو کوٹھے پر بھی کوئی ڈھونڈھتا ہے؟ وہ یہاں کیسے مل سکتا ہے؟

پس بگفتندش کہ تو بر تختِ جاہ (۷) چُوں ہمی جوئی ملاقاتِ الٰہ

انہوں نے جواب دیا کہ تم جاہ و دنیا کے تخت و جاہ پر خدا تعالیٰ کی ملاقات کس طرح تلاش کرتے ہو؟ یعنی اگر کوٹھے پر اونٹ تلاش کرنا خلافِ عقل ہے تو اسی طرح تمہارا دنیا کے تاج و تخت اور مال و دولت ہیں رہ کر خدا کی تلاش کرنا بھی خلافِ عقل ہے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل پر اس بات کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ تاج و تخت کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے اور بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ حاصل کیا کہ بحر و بر میں آپ کا روحانی سکہ چلنے لگا (تفصیل کے لیے اس کے بعد کا واقعہ "فقیری میں بادشاہی" پڑھیے)

**ھدایت:** حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا جس منصب پر تھے، اس کے اعتبار سے ظاہری بادشاہی شایانِ شان نہ تھی، اسی لیے انہوں نے تختِ سلطنت کو چھوڑ دیا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے غافل نہ رہیں، چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

چیست دنیا؟ از خدا غافل بُدن (۸) نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کیا ہے؟ خدا تعالیٰ سے غافل ہو جانا دنیا ہے۔ چاندی، سونا اور بیوی اور بچے کا نام دنیا نہیں ہے یعنی اگر تمہارے پاس بال بچے ہوں اور مال و دولت بھی ہو، لیکن تم احکامِ خدا اور رسول پر عمل پیرا ہو تو ایسی صورت میں تم دنیا دار نہیں، بلکہ دیندار ہو۔

---



# فقیری میں بادشاہی

(از دفترِ سوم)

ہم ز ابراہیم اَدہم آمدست (۱) کو ز راہے بر لبِ دریا نشست

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک دن راستہ چلتے ہوئے ایک دریا کے کنارے بیٹھ گئے — یہ واقعہ آپ کے زمانۂ فقیری کا ہے۔

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں (۲) یک امیرے آمد آنجا ناگہاں

حضرت اپنا لباسِ فقیری خود سی رہے تھے کہ اچانک ایک امیر جو پہلے آپ کا غلام تھا آیا اور آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور دل میں سوچنے لگا،

ترک کرد او ملکِ ہفت اقلیم را (۳) می زند بر دلق سوزن چوں گدا

ہفت اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ کر اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں، افسوس ہزار افسوس

شیخ واقف گشت از اندیشہ اَش (۴) شیخ چوں شیر ست و دِلہا بیشہ اَش

امیر کے اس خیال سے حضرت آگاہ ہو گئے، کیونکہ حضرت مثل شیر کے ہیں اور لوگوں کا دل ان کا جنگل ہے آگے مولانا رومی علیہ الرحمہ بطورِ نصیحت فرماتے ہیں:

دل نگہدارید اے بے حاصلاں (۵) در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں

اے دنیا دارو! اللہ والوں کے حضور میں دل کو نگاہ میں رکھو

پیشِ اہلِ تن ادب بر ظاہر ست (۶) کہ خدا زیشاں نہاں و ساتر ست

ظاہری لوگوں کے پاس صرف ظاہر میں ادب ضروری ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں سے پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے لیکن

**پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست (۷) زانکہ دلِ شاں بر سرائر فاطن ست**

اللہ والوں کے سامنے باطن میں ادب ضروری ہے، اس لیے کہ ان کا دل بھیدوں پر آگاہ ہے

**شیخ سوزن زود در دریا فگند (۸) خواست سوزن را بآوازِ بلند**

حضرت نے سوئی کو دریا میں پھینک دیا پھر بآوازِ بلند فرمایا کہ سوئی لے آؤ

**صد ہزاراں ماہیے اللّٰہیے (۹) سوزنِ زر در لبِ ہر ماہیے**

اللہ والی لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں اپنے منہ میں لیے ہوئے نکلیں اور اسے حضرت کے سامنے پیش کیا

**گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم (۱۰) دادہ از فضلت نشاں را ستم**

آپ نے کہا الٰہی! میں نے تو اپنی سوئی چاہی تھی۔ مجھے تو نے اپنے فضل سے سچائی کا نشان دیا لہٰذا مچھلیوں سے وہی سوئی منگوا دے جو میری ہے۔

**ماہیے دیگر برآمد در زماں (۱۱) سوزنِ او را گرفتہ در دہاں**

ایک دوسری مچھلی حضرت کی سوئی کو منہ میں لیے ہوئے اسی وقت نکلی

**رو بدو کردہ بگفتش اے امیر (۱۲) ملکِ دل بہ یا چناں ملکِ حقیر**

آپ نے امیر سے مخاطب ہو کر فرمایا اے امیر! دلوں پر حکومت بہتر ہے جس کا میں بادشاہ ہوں یا ایسے ملکِ حقیر کی جس کے تم مالک ہو؟

وہابی حضرات! اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں جو انبیاء و اولیاء کو معاذ اللہ اپنے جیسا مجبور، لاچار اور ذرۂ ناچیز سے کمتر قرار دیے ہوئے ہیں۔



# گدڑی میں لعل

(از دفتر دوم)

**بود درویشے درونِ کشتیے (۱) ساختہ از رختِ مردم پشتیے**

ایک فقیر یعنی حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ کشتی کے مسافر اپنے اپنے سامان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

**یاوہ شد ہمیانِ زر او خفتہ بود (۲) جملہ را جستند او را یک نمود**

ایک شخص سویا ہوا تھا، اس کی سونے کی تھیلی گم ہو گئی، لوگوں کی تلاشی لی گئی۔ کسی نے حضرت کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے حضرت کی پھٹی ہوئی گدڑی کی طرف ایک نظر ڈالی اور کہا:

**کاندریں کشتی درمداں گم شدست (۳) جملہ را جستیم نتوانی تو رست**

کہ اس کشتی میں ہمارے روپیوں کی تھیلی گم ہو گئی ہے۔ ہم سب کی تلاشی لے چکے آپ ہرگز نہیں چھوٹ سکتے

**دلق بیروں کن برہنہ سوز دلق (۴) تا ز تو فارغ شود اوہامِ خلق**

آپ گدڑی اتار دیجیے تاکہ لوگوں کے شبہات آپ کی طرف سے ختم ہو جائیں

**گفت یا رب مر غلامت را خساں (۵) متہم کردند فرماں در رساں**

آپ نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے میرے پروردگار! کمینوں نے تیرے بندہ پر جھوٹا الزام لگایا ہے، تو اپنا فرمان بھیج دے۔

چوں بدر آمد دل درویش زاں (۶) سر بروں کردند ہر سو ماہیاں

جب اس واقعہ سے فقیر یعنی حضرت کے دل کو تکلیف پہنچی، تو یکایک مچھلیاں پانی کے اوپر تیرنے لگیں

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر (۷) در دہانِ ہر یکے دُرِّ چہ دُر

لاکھوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں موتیوں کو لے کر نکل پڑیں اور ہر ایک موتی بڑا قیمتی تھا

دُرِّ چند انداخت در کشتی وجست (۸) مرہوا را ساخت کرسی و نشست

مچھلیوں کے منہ سے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیے اور ایک جست لگا کر اوپر چلے گئے اور ہوا کو کرسی بنا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کشتی والوں سے مخاطب ہوئے،

گفت او کشتی شما را حق مرا (۹) تا نباشد با شما دُزد گدا

آپ نے فرمایا اللہ مجھے کافی ہے، وہ کشتی تمہیں کو مبارک ہو تاکہ چوری کرنے والا فقیر تمہارے ساتھ نہ رہے

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پیارے اور محبوب بندے ہیں، ان کے چاہے کو خدا عزّ وجل فوراً پورا فرما دیتا ہے۔ جو مولوی اپنی مجبوری اور بے کسی قیاس کر کے اولیائے کرام کو مجبور اور لاچار کہتے ہیں ان کی گمراہی میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اپنے دلی کے بس میں کر دیا ہے۔

# قیاسِ باطل اور گمراہی

(از دفتر اول)

بود بقالے مر او را طوطئے (۱) خوش نوا و سبز و گویا طوطئے



کسی بقال کے پاس ایک طوطی خوش نوا، سبز رنگ اور کلام کرنے والی تھی

بر دکاں بودے نگہبانِ دکاں (۲) نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں

وہ دوکان پر بیٹھ کر دوکان کی نگہبانی کیا کرتی تھی اور سودا خریدنے والوں سے میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتی تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود (۳) بر دکاں طوطی نگہبانی نمود

ایک دن دوکان کا مالک گھر گیا ہوا تھا اور طوطی دوکان کی نگہبانی کر رہی تھی

گربہ بر جست ناگہ بر دکاں (۴) بہر موشے طوطیک از بیم جاں

جست از صدرِ دکاں سوئے گریخت (۵) شیشہائے روغنِ بادام ریخت

ایک بلی یکایک دکان پر ایک چوہے کے لیے کودی۔ طوطی اپنی جان کے خوف سے صدر دکان سے کود کر ایک کونے میں بھاگی، تو روغنِ بادام کی شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد مالکِ دکان گھر سے واپس آیا۔

دید پُر روغن دکان و جاش چرب (۶) بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب

تو اس نے اپنے بیٹھنے کی جگہ اور دوکان کو تیل سے تر پایا اس طوطی کے سر پر ایسا مارا کہ گنجی ہو گئی یعنی سر کے بال سب جھڑ گئے

روزکے چندیں سخن کوتاہ کرد (۷) مرد بقال از ندامت آہ کرد

مار کھانے کے سبب چند دنوں تک طوطی نے بولنا بند کر دیا، تو مرد بقال کو بہت صدمہ ہوا اور شرمندگی بھی اس لیے کہ جب وہ بولتی تھی تو لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور اس ہجوم میں سامان کی بکری زیادہ ہوتی تھی

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار (۸) بر دکاں بنشستہ بد نومید وار

تین دن اور تین رات کے بعد وہ حیران و پریشان اور ناامیدی کی حالت میں دکان پر بیٹھا ہوا تھا

دمبدم می گفت از ہر در سخن (۹) تا کہ باشد کاندر آید در سخن

وہ بار بار اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا تھا تاکہ طوطی کسی طرح سے بولنے لگے

بر امید آنکہ مرغ آید بگفت (۱۰) چشمِ او را با صُوَر می کرد جفت

اس امید پر کہ طوطی بولنے لگے۔ دوکاندار اس کی آنکھ کو لوگوں کی صورتوں کے مقابل کر دیا کرتا تھا، مگر اس کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔

ناگہانے جولقیے می گزشت (۱۱) با سرِ بے مُو بساں طاسُ و طشت

اتفاق سے ایک ایسا قلندر جس کا سر مثل گول اور طشت کی طرح بال سے بالکل صاف تھا۔ اسی دوکان کی طرف سے گزر رہا تھا۔

طوطی اندر گفت آمد در زماں (۱۲) بانگ بر وے زد بگفتش در عیاں

طوطی اسی وقت بول پڑی اور اس قلندر سے بآوازِ بلند صاف لفظوں میں کہا

کز چہ اے کل باکلاں آمیختی (۱۳) تو مگر از شیشہ روغن ریختی

کہ اے گنجے! تو کیسے گنجوں میں شامل ہو گیا، شاید تو نے بھی روغن کی شیشی گرائی ہو گی تو اس غلطی پر تجھ کو تیرے آقا نے مار مار کے گنجا کر دیا۔

از قیاسش خندہ آمد خلق را (۱۴) کہ چو خود پنداشت صاحب دلق را

طوطی کے اس قیاس پر لوگوں کو ہنسی آگئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو اپنے ہی جیسا گمان کیا یہی حال آجکل کے ظاہر پرستوں کا ہے کہ وہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو اپنے ہی جیسا مجبور



اور بندۂ عاجز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے، چنانچہ اس واقعہ کے نتیجے میں حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں،

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر (۱۵) گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

بزرگوں کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس مت کرو، اگرچہ شیر (جنگل کا مشہور جانور) اور شِیر (دودھ) لکھنے میں یکساں ہیں، لیکن دونوں کی خاصیتیں الگ الگ ہیں

جملہ زیں سبب گمراہ شُد (۱۶) کم کسے زِ ابدالِ حق آگاہ شد

اسی سبب سے یعنی بزرگوں کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس کرنے کی وجہ سے دنیا کے بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے اور بہت کم لوگ اللہ کے محبوب بندوں یعنی اولیائے کرام سے واقف ہوئے

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود (۱۷) نیک و بَد در دیدشاں یکساں نمود

بدبختوں کو دیکھنے والی آنکھ حاصل نہ تھی، اچھا اور بُرا ان کی نظر میں یکساں دکھائی دیتا تھا

ہمسری با انبیاء برداشتند (۱۸) اولیاء را ہم چو خود پنداشتند

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے برابری کا دعویٰ کیا اور اولیائے عظام کو اپنے ہی جیسا گمان کیا۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر (۱۹) ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

اور کہا جس طرح ہم بشر ہیں، وہ بھی بشر ہیں، ہم اور یہ دونوں ایک ہی طرح سونے اور کھانے کے پابند ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یعنی کافروں نے کہا کہ اے نبوت کے دعویدارو! تم ہمارے ہی مثل بشر ہو۔

آج وہابی بھی کافروں کی یہی بولی بولتے ہیں کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں۔

این نداننستند ایشاں از عما (۲۰) ہست فرقے درمیان بے منتہا

ان لوگوں نے اپنے اندھے پن کی وجہ سے یہ نہیں جانا کہ ان کے اور ہمارے درمیان بے انتہا فرق ہے

ہر دو یک گل خوردہ زنبور و نحل (۲۱) لیک شد زاں نیش و زاں دیگر عسل

بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول کا رس چوستی ہیں، لیکن بھڑ کے صرف ڈنک ہوتا ہے اور شہد کی مکھی کے شہد۔

ہر دو گوں آہو گیہ خوردند آب (۲۲) زیں یکے سرگیں شدہ زاں مشک ناب

دونوں قسم کے ہرن گھاس اور پانی کھاتے اور پیتے ہیں، لیکن ایک سے گوبر اور دوسرے سے خالص مشک پیدا ہوتا ہے۔

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا (۲۳) واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ایک چیز اگر اہلِ دنیا کھاتے ہیں، تو ان سے ناپاکی ظاہر ہوتی ہے اور اگر اسی چیز کو اللہ والے کھاتے ہیں، تو سب خدا تعالیٰ کا نور ہو جاتا ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست (۲۴) آبِ تلخ و آبِ شیریں را صفاست

دونوں کی صورتیں اگر یکساں ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لیے کہ پانی میٹھا ہو یا کھارا دونوں صاف ہی نظر آتے ہیں۔

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب (۲۵) او شناسد آبِ خوش از شورہ آب

جس کی قوتِ ذائقہ یعنی چکھنے کی طاقت صحیح ہو، وہی کھارے اور میٹھے پانی کا امتیاز کر سکتا ہے

---



# قیاسِ شیطانی

(از دفتر اوّل)

اوّل آں کس کہ قیاسکہا نمود (۱) پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود

سب سے پہلے نصوص قطعیہ یعنی صریح حکم خدا کے مقابل ابلیس نے قیاس کیا تھا

گفت نار از خاک بیشک بہتر ست (۲) من زِ نار و او زِ خاک اکدرست

ابلیس نے کہا کہ آگ بلاشبہ خاک سے بہتر ہے، میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ حقیر مٹی سے

وہ فرقہ جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن بتاتا اور احادیثِ نبویہ کا انکار کرتا ہے اور قدم قدم پر نصِ قرآنی اور صریح حدیث کے خلاف اپنے باطل قیاس کو پیش کرتا ہے۔ یہی فرقہ ابلیسِ لعین کے پرانے طریقہ کو رائج کر رہا ہے۔ ائمہ اسلام نے بھی قیاس کیا ہے، مگر کب؟ جب کسی نئے مسئلہ کے لیے انہیں کتاب و سنت میں حکم نہ ملا ہو جس طرح بادل گھر جانے یا رات آجانے کے سبب سورج چھپ جانے اور قبلہ کا پتہ نہ چلے تو ایسے موقع پر قیاس اور تحری کرنے کا حکم خود شریعت مطہرہ سے ثابت ہے، لیکن جب قبلہ کا رُخ بالکل واضح ہو تو ایسی صورت میں قیاس جائز نہیں۔ اسی طرح ائمہ اسلام نے اسی وقت قیاس سے کام لیا جب کتاب و سنت میں انہیں کوئی صریح حکم نہ مل سکا۔ لہٰذا قیاسِ ائمہ کو قیاسِ ابلیس سے دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ ابلیس کو صریح حکمِ خدا مل چکا تھا، لیکن پھر بھی اس نے قیاس کیا۔ مذکورہ بالا مضمون کو حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کی زبان سے سنیے:

ایں قیاسات و تحرّی روزِ ابر (۳) یا بشب مر قبلہ را کردست جبر

یہ قیاس اور تحری قبلہ کے بارے میں ابر کے دن یا رات کے وقت شریعت نے درست قرار دیا ہے

لیک با خورشید و کعبہ پیش رو (۴) ایں قیاسات و تحرّی را مجو

لیکن موجود ہو تو یا کعبہ سامنے ہو تو اس وقت تحری اور قیاس جائز نہیں

# بھینگاپن

(از دفتر اول)

گفت اُستاد احولے را اندر آ (۱) رو برو آر از وثاق آں شیشہ را

کسی استاد نے اپنے ایک احول یعنی بھینگے شاگرد سے کہا کہ یہاں آ۔ جب وہ شاگرد سامنے آیا تو استاد نے اسے کہا کہ گھر سے وہ آئینہ اٹھا لائے۔

بھینگا اسے کہتے ہیں جس کی نظر ٹیڑھی ہو اور جسے ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہوں۔

چوں دَرونِ خانہ احول رفت زود (۲) شیشہ پیشِ چشمِ اُو دو می نمود

جب بھینگا گھر کے اندر جلدی کرتا ہوا گیا، تو اسے ایک آئینہ کی بجائے دو معلوم ہوئے

گفت احول زاں دو شیشہ من کدام (۳) پیش تو آرم بکُن شرحِ تمام

تب بھینگے نے استاد سے کہا کہ صاف صاف بتایئے کہ ان دونوں میں سے کون سا آئینہ میں آپ کے پاس لاؤں؟

گفت استاد آں دو شیشہ نیست رَو (۴) احولی بگذار و افزوں بیں مَشو

استاد نے کہا کہ وہ دو آئینے نہیں ہیں، بھینگا پن چھوڑ دے اور ایک کو دو مت دیکھ

گفت اے اُستا مَرا طعنہ مزن (۵) گفت اُستا زاں دو یک را بر شکن

بھینگے شاگرد نے کہا کہ اے استاد آپ مجھے طعنہ نہ دیجئے، آئینے حقیقت میں تو دو ہی ہیں میرے



بھینگے پن کا قصور نہیں، تو استاد نے کہا کہ دونوں میں سے ایک شیشے کو توڑ ڈال چنانچہ اس نے جا کر توڑ دیا

چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم (۶) مرد احول گردد از میلان و خشم

جب اس نے ایک آئینہ کو توڑ دیا، تو دونوں اس کی نظر سے غائب ہو گئے۔ اسی طرح اگرچہ آدمی بظاہر بھینگا نہ ہو، لیکن خواہش نفس اور غصہ اسے بھینگا بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے حق نظر نہیں آتا۔

شیشہ یک بُود و بہ چشمش دو نمود (۷) چوں شکست آں شیشہ را دیگر نبود

آئینہ ایک ہی تھا، مگر اس کی آنکھ میں دو دکھائی دیا۔ جب اس نے ایک کو توڑ دیا تو دوسرا بھی ٹوٹ گیا۔

اب بھینگا بہت ڈرا اور استاد سے آکر کہا کہ میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق آئینہ تو ایک ہی توڑا تھا، مگر دوسرا خود بخود ٹوٹ گیا۔ استاد نے کہا کم بخت بھینگے! آئینے دو نہیں تھے لیکن تیرے بھینگے پن کی بدولت تجھے دو نظر آئے۔

اسی طرح ایمان کے بھینگے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ ایک ڈاکیے سے زیادہ نہیں، اس لیے ہمیں ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حالانکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ پ ۵ رکوع ۸

یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

لیکن ایمان کے بھینگے کو ان میں تفریق نظر آتی ہے۔ قیامت کے دن انہیں جب حکم رسول توڑنے کے سبب حکم خدا تعالیٰ بھی ٹوٹا ہوا نظر آئے گا، تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم دنیا میں رسول کے حکم کو نہ توڑتے ہوتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایمان کے بھینگے پن سے بچائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

# سخی اور بخیل

(از دفترِ دوم)

گفت پیغمبر کہ دائم بہرِ پند (۱) دو فرشتہ خوش منادی میکنند

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی نصیحت کے لیے ہمیشہ دو اچھے فرشتے اعلان کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں یوں دُعا کرتے ہیں :

اے خدا تو منفقاں را سیر دار (۲) ہر درمِ شاں را عوض دہ صد ہزار

اے خدا تعالیٰ! تو دین کے راستے میں خرچ کرنے والوں کو آسودہ رکھ اور ہر روپیہ کے بدلے میں ان لوگوں کو لاکھ روپے عنایت فرما۔

اے خدا با مُمسکاں رَا دَر جہاں (۳) تو مَدِہ اِلّا زِیاں اَندر زِیاں

اے خدا تعالیٰ : تو بخیلوں کو دنیا میں صرف نقصان پر نقصان پہنچایا کر۔

اے خُدا تو مُنفقاں را دہ خَلَف (۴) اے خُدا تو مُمسِکاں را دہ تلف

اے خدا تعالیٰ! تو سخاوت کرنے والوں کو خلف یعنی قیامت کے دن اَجرِ عظیم عطا فرما اور بخیلوں کو تلف دے، یعنی ان کے مالوں کو ہلاک اور ضائع کر دے۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں :

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِ کُلَّ مُمْسِکٍ تَلَفًا۔ چنانچہ فرشتوں کی دعاؤں کا اثر یہ ہے کہ سخی اپنی سخاوت کے سبب دنیا میں مقبولیت عامہ اور عقبیٰ میں اجرِ عظیم حاصل کر لیتا ہے اور بخیل کا مال دوسرے کے ہاتھوں ہلاک اور ضائع ہو جاتا ہے اور وہ خود دین و دنیا دونوں جگہ رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔



# فرشتہ، انسان اور جانور

دَر حدیث آمد کہ یزدانِ مجید (۱) خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کی جاندار مخلوق کو تین طرح بنایا ہے

یک گروہ را جملہ علم و عقل و جُود (۲) آں فرشتست و نَدارد جُز سجُود

ان میں سے ایک گروہ کو بہت سا علم، عقل اور جود عطا فرمایا ہے اور وہ گروہ فرشتوں کا ہے جو سوائے عبادت کے اور کچھ نہیں کرتا۔

نیست اندر عنصرش حِرص و ہوا (۳) نُورِ مُطلق زِندہ از ذِکرِ خُدا

ان کے خمیر میں لالچ اور نفسانی خواہش نہیں ہے اور وہ بالکل نور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہیں، یعنی یہی ان کی خوراک ہے۔

یک گروہِ دیگر از دَانِش تہی (۴) ہمچو حیواں از عَلَف دَر فربہی

ان میں سے ایک دوسرا گروہ عقل سے بے بہرہ ہے، یعنی جانور جو گھاس اور چارہ سے موٹاپا حاصل کرتا ہے۔

اُو نہ بیند جُز کہ اصطبل و عَلَف (۵) از شقاوت غافل ست و از شَرَف

وہ سوائے اصطبل، گھاس اور چارے کے کچھ نہیں جانتا۔ یعنی شقاوت اور شرافت دونوں سے غافل ہے۔

آں سُوم ہست آدمی زادہ بشر (۶) از فرشتہ نیمی و نیمش زِ خر

ان میں سے تیسرا گروہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد انسان ہے جس میں آدھی صفت فرشتہ کی ہے اور آدھی گدھے کی۔

نیم خر خود مائلِ سفلی بود (۷) نیم دیگر مائلِ علوی بود

گدھے والی آدھی صفت پستی کی طرف مائل ہوتی ہے اور دوسری آدھی بلندی کی طرف

عقل گر غالب شود پس شد فزوں (۸) از ملائک ایں بشر در آزموں

فرشتے والی صفت یعنی عقل اگر غالب ہوجاتی ہے، تو اس انسان کا مرتبہ اس سے بھی بڑھ جاتا ہے

شہوت ار غالب شود پس کمتر است (۹) از بہائم ایں بشر زاں کابتر است

اور اگر گدھے والی یعنی شہوت غالب ہوجاتی ہے، تو یہ انسان مرتبے میں جانوروں سے بھی کم تر اور ابتر ہوجاتا ہے۔

## بکھرے موتی

رونقت را روز روز افزوں کنم (۱) نامِ تو بر نقرہ و بر زر زنم

یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری عزت اور رونق کو دن بدن دوبالا کروں گا اور سونے چاندی پر تمہارا نام نقش کردوں گا۔

منبر و محراب سازم بہرِ تو (۲) از محبت قہرِ من در قہرِ تو



تمہارے لیے منبر و محراب بناؤں گا اور چونکہ مجھے تم سے محبت ہے اس لیے تمہاری ناراضگی میری ناراضگی ہے

چاکرانت ملک ہا گیرند و جاہ (۳) دینِ تو باقی زِ ماہی تا بماہ

تمہارے غلام بڑے بڑے ملکوں پر قابض ہوکر عزت پائیں گے اور تمہارا دین زمین سے آسمان تک باقی رہے گا

تا قیامت باقیش داریم ما (۴) تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ

اور تمہارے دین کو ہم قیامت تک باقی رکھیں گے۔ اے پیارے مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم دین اسلام کے ختم ہونے کا اندیشہ مت کرو۔

---

شہ چو حوضے واں حشم چوں لولہا (۱) آب از لولہ دود در کولہا

یعنی دل جو بادشاہ ہے، وہ ایک حوض کے مثل ہے اور اس کا لشکر اعضا حوض کی ٹونٹیوں کی طرح ہیں اور حوض کا پانی انہیں ٹونٹیوں سے گڑھوں میں گرتا ہے۔

چونکہ آب جملہ از حوضے ست پاک (۲) ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک

حوض کا پانی اگر پاک ہے تو، ہر ایک ٹونٹی سے پاک ہی پانی بہے گا

ور دراں حوض آب شورست و پلید (۳) ہر یکے لولہ ہماں آرد پلید

اور اگر حوض کا پانی کھارا اور ناپاک ہے تو ہر ٹونٹی وہی کھارا اور ناپاک ہی پانی دے گی

خلاصہ یہ کہ اگر دل خراب ہے تو اعضاء خراب کام کریں گے اور اگر دل میں خوفِ الٰہی موجود ہے تو اعضاء بھی برے کام کرنے سے پرہیز کریں گے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (بخاری شریف جلد اول صـ۱۳)

گر دید ابلیسؑ وگفت اے فرعِ طیں (۱) کے فزاید بر منِ آتش جبیں

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو دیکھا اور کہا یہ تو مٹی سے بنے ہیں اور میں آگ سے

تا تو می بینی عزیزاں را بشر (۲) داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر

تو جو عزت والوں کو بشر دیکھ رہا ہے تو جان لے کہ یہ تیری نظر ابلیس کا ورثہ ہے

گر نہ فرزندِ بلیسی اے عنید (۴) پس بتو میراث آں سگ چوں رسید

اے معاند! اگر تو ابلیس کا فرزند نہیں ہے تو اس کتے کی وراثت تجھے کیسے مل گئی

گفت طوبیٰ مَن رَاٰنِی مصطفےٰ (۱) وَالَّذِی یُبصِرُ لِمَن وَجہِی رَاٰی

یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوشخبری ہو اُسے جس نے مجھے دیکھا اور اسے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

چُوں چراغِ نورِ شمع را کشید (۲) ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید

جب کوئی چراغ کسی دوسری شمع سے جلایا گیا، تو جو شخص اس چراغ کو دیکھے گا، وہ یقیناً اسی شمع کو دیکھے گا۔

ہم چنیں تا صد چراغ از نقل شد (۳) دیدن آخر لقائے اصل شد

ایسے ہی ایک دوسرے چراغ سے اگر سو چراغ روشن کر دیے جائیں تو آخری چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمعِ اوّل ہی سے ملاقات کرنا ہے، اس لیے کہ اس کی روشنی شمعِ اوّل ہی کی روشنی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اولیاءِ کرام بزرگانِ دین اور علمائے اہلِ سنت اسی شمعِ محمدی سے



مستفیض ہیں، تو جس نے ان کی زیارت کی، گویا کہ اس نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

---

گر بصورت آدمی انساں بُدے (۱) احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

اگر شکل و صورت سے آدمی انسان ہوتا، تو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوجہل بھی یکساں ہوتے

احمد و بوجہل در بُت خانہ رفت (۲) ایں شدن تا آں شدن فرقے ست زفت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں بُت خانہ گئے اور ان کے جانے اور اس کے جانے میں بہت بڑا فرق ہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں (۲) واں در آید سر نہد چوں اُمتاں

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل ہوتے، تمام بت انہیں سجدہ کرتے اور جب ابوجہل داخل ہوتا تو خود بتوں کو فرمانبرداروں کی طرح سجدہ کرتا۔

---

کافراں دیدند احمد را بشر (۱) ایں ندیدند از وے اِنشَقَّ القَمَر

کافروں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر سمجھا اور یہ نہیں دیکھا کہ حضور وہ ہیں جنہوں نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

معلوم ہوا کہ آج جو لوگ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو عاجز، مجبور، لاچار اور اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں ان پر کفارِ مکہ ابوجہل، ابولہب، عتبہ اور شیبہ کی چھاپ پڑی ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے جیسا مجبور بشر سمجھتے تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

---

بندۂ خود خواند احمد در رشاد (۱) جملہ عالم را بخواں قُل یٰعِبَاد

قرآنِ کریم میں بحکمِ الٰہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جملہ عالم کو اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے۔
ثبوت کے لیے پارہ ۲۴ رکوع ۲ کی آیتِ کریمہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا پڑھ لو۔

---

کاملاں از دُور نامت بشنوند (۱) تا بقعرِ تار و پودت دَر رَوند

اے مخاطب! اولیاء دور سے تیرا نام سنتے ہیں، یہاں تک کہ تیرے تانا بانا کی گہرائی میں چلتے ہیں
یعنی تیرے رگ و ریشے تک سے آگاہ ہیں۔

بلکہ پیش از ادن تو سالہا (۲) دیدہ باشندت ترا با حالہا

بلکہ پیدا ہونے سے سالوں پہلے تمہارے حالات کو ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں

حالِ تو دانند یک مُو بمُو (۳) زانکہ پر ہستند از اسرارِ ہُو

تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں، اس لیے کہ ان کے اندر اسرارِ ربانی بھرے ہوتے ہیں

---

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا (۱) گو نشیند در حضورِ اولیاء

جو شخص خدا تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہے، اس سے کہہ دو اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھا کرے

---

صُحبتِ صالح تُرا صالح کُند (۱) صحبتِ طالح تُرا طالح کُند

اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنا دے گی     بُرے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی

دُور شو اَز اختلاطِ یارِ بد (۲) یارِ بد بدتر بُود از مارِ بد



بد مذہب دوست کے میل جول سے دُور رہ کہ بد مذہب دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا ہے

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند (۳) یارِ بد بر جانُ و بر ایماں زند

بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے، لیکن بد مذہب جان و ایمان دونوں پر حملہ کرتا ہے

---

رو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار باش (۵) خاک بر دلداریٔ اغیار پاش

اے راہِ حق پر چلنے والے تو ہمیشہ کافروں پر سخت رہ     اور غیروں کی دوستی پر خاک ڈال دے

دشمنِ دینِ نبی را خوار دار (۶) بر سرِ منبر مَنِہ بر دار دار

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کے دشمن کو کانا سمجھو اور اسے منبر پر جگہ مت دو، بلکہ پھانسی دے دو
بے دین مولویوں اور پیروں سے وعظ کہلوانا اور ان کی نصیحت سننا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں

---

ہیں مکن روباہ بازی شیر باش (۱) بر سرِ اعدائے دیں شمشیر باش

خبردار، لومڑی کی چال یعنی صلح کلیت اور چاپلوسی اختیار نہ کرو، بلکہ شیر رہو اور دشمنانِ دین
کی کھوپڑیوں پر تلوار بن جاؤ۔

نا اہل را علم و فن آموختن (۲) دادن تیغ ست دستِ راہ زن

نا اہل کو علم و فن سکھانا ایسا ہے، جیسے ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دے دینا

تیغ دادن در کفِ زنگیٔ مست (۳) بہ کہ آید علم ناکس را بدست

نا اہل کو علم و فن کی دولت دینے سے مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دینا بہتر ہے۔

ہست دُنیا جنت آں کفار را (۴) اہل فسق و ظلم آں اشرار را

سرکش، ظالم، فاسق اور کفار کے لیے یہ دنیا جنت ہے

بہرِ مومن ہست زنداں ایں مقام (۵) نیست زنداں جائے عیش و احتشام

اور مومن کے لیے یہ دنیا جیل خانہ ہے اور جیل خانہ عیش و آرام کی جگہ نہیں ہے

---

در ہمہ اقوال و افعال اے فتا (۱) قبلہ خود ساز خُلقِ مصطفےٰ

اے مخاطب ہر قول و فعل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ کو اپنا رہنما بنا

---

گفت پیغمبر کہ عَیْنَایَ تَنَام (۱) لَا یَنَامُ الْقَلْبُ عَنْ رَبِّ الْاَنَام

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل جاگتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہتا ہے۔

---

یادِ داد گر مونس جانت بود (۱) ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود

اللہ تعالیٰ کی یاد اگر تیری جان کی ساتھی بن جائے، تو زمین و آسمان تیرے تابعدار ہو جائیں گے

---

پس حقِ حق سابق از مادر بود (۱) ہر کہ آں حق را نہ داند خر بود

حقوق اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے پہلا حق ماں کا ہے، جو شخص اس حق کو نہ پہچانے وہ گدھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
"کئی بار تو کہتا ہے کہ کل سے یہ کام کرونگا حالانکہ جو کام
تو آج انجام نہیں دے سکا کل اسکا انجام دینا اور بھی مشکل ہوگا
آجکل آجکل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تجھے اپنی خواہشاتِ نفس
کی مخالفت مشکل نظر آتی ہے۔ تو ایسے دِن کا منتظر ہے
جب یہ مشکل آسان ہو جائیگی ایسا دِن اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا
اور نہ پیدا کریگا۔ خواہش کے جس درخت کو تو جوانی میں نہیں اکھاڑ سکا
بڑھاپے میں کیا اُکھاڑیگا، بڑھاپے کی محنت اور ورزش بہت تکلیف دہ ہوتی ہے"